اہل البیت

سوانح عمری ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قیام حکومت

حصہ دوم

دار البلاغ

maablib.org

سوانح عمری حضرت معصومہؑ

قیام حکومت

نام کتاب	سوانح عمری ختمی مرتبت (حصہ دوم)
ناشر	دار البلاغ
تعداد	۶,۰۰۰
طباعت بار اول	۱۴۰۸ہجری ۱۹۸۷ء

سوانح عمری ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قیام حکومت

حصہ دوم

maablib.org

مؤسسة البلاغ
صندوق بستي ١٩٧٧/ ١٩٢٩٥
تهران - ايران

فہرست

موضوع	صفحہ
پیش گفتار	۱
مدنی نظام حکومت	۲
مسلمانوں کے درمیان بھائی چارگی	۴
اوس و خزرج	۶
فوجی نظام	۱۲
جنگ بدر	۱۴
معرکۂ خندق	۱۹
صلح حدیبیہ	۲۶
شاہان وقت کو دعوت اسلام	۳۳
قیصر	۳۶
کسریٰ	//
نجاشی	//
رئیس قبط	۳۷
حارث غسانی	//
بادشاہ یمامہ	//

صفحہ	موضوع
۳۷	شاہ یمن
۳۸	فتح مکہ
۴۷	تسلسل نصرت خدا
۵۱	نزول سورۂ توبہ
۵۲	اہتمام حج آخر اور خطبۂ عرفہ
۵۷	غدیر خم میں اعلان خلافت وبیعت
۶۰	اسلام کے مستقبل سے نبیؐ کو قلق
۶۱	نبیؐ کی آخری وصیت

maablib.org

پیش گفتار

قارئین محترم ! حصۂ اول میں پیغمبر اکرمؐ کی مکی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی گئی۔ اس میں آپ کی حیات کے وہ مختلف پہلوؤں کو پیش کیا گیا جس میں تائیدات الٰہیہ ہر طرح شامل تھیں ـــ اب یہ حصۂ دوم پیش خدمت ہے جس میں ہم پیغمبر اکرمؐ کی مدنی زندگی کا مختصر سا جائزہ لیں گے ـــ اور آپ نے جو جہاد فی سبیل اللہ کیا اس کا ذکر ایک خاص انداز میں کیا جائے گا ـــ

مکہ کی ان پریشانیوں اور سختیوں کو جھیلنے کے بعد جن کا ذکر حصۂ اول میں گذر چکا خداوند عالم نے پیغمبر اسلامؐ کو مامور کیا کہ پیغام حق کو تمام لوگوں تک پہونچا دیں۔ (کیونکہ قبل از ہجرت آنحضرتؐ کا سلسلۂ تبلیغ صرف سرزمین مکہ تک محدود تھا) نیز آپ اس حصہ میں اس اسلامی حکومت کے بارے میں ملاحظہ کریں گے جس کی بنیاد پیغمبر اسلامؐ نے رکھی تھی اور قرآن مجید نے اس کے حدود و جہات کو معین کیا اور اس حکومت میں رہ کر انسانوں نے ایک نئی زندگی کی ابتداء کی ـــ اور یہ بھی ملاحظہ کریں گے کہ آنحضرتؐ نے دشمنان رسالت کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کس طرح جنگ کی ؟ اور کب صلح کی ؟

ادارۂ دار البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲

مدنی نظام حکومت

ہجرت کے بعد پیغام اسلامی اپنی دشوار راہوں کو طے کرتے ہوئے ایک ایسے نئے مرحلہ میں پہونچا جو اسلام کے لئے انتہائی مناسب تھا۔ ماحول اپنی بنیادوں اور لوازمات کے ساتھ انتہائی سازگار تھا۔

مدینہ میں جو عمارت اسلام کی خشت اول رکھی گئی وہ مسجد نبوی تھی ــــ چنانچہ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور جس مقام پر آپ کا ناقہ بیٹھا آپ نے اس زمین کو سہل و سہیل فرزندان عمرو سے خریدا اور اسی پر آپ نے مسجد بنوائی جسے مسجد نبوی کہا جاتا ہے اور اس کے اطراف (مسلمانوں کے لئے) گھر بنوائے گئے ــــــ (الوفا باحوال المصطفیٰ جلد ا صفحہ ۲۵۴، فقہ السیرۃ صفحہ ۲۰۱ مولف بوطی، صور من حیاۃ محمد صفحہ ۲۶)

مسجد اور مسجد کے اطراف جو گھر بنائے گئے ان کی بنا و تعمیر ظلم و زبردستی سے نہیں ہوئی بلکہ اس کی بنا لوگوں کی خوشی اور ان کی استطاعت پر رکھی گئی۔ مسجد ایک کشادہ صحن پر مشتمل تھی جس کی دیواریں پتھر اور گارے کی تھیں ــــ صحن کے ایک حصہ پر خرمے کے پتوں سے چھت بنا دی گئی تھی جب کہ اس کا ایک بہت بڑا حصہ کھلا ہوا تھا اور وہ جگہ جس پر چھت واقع تھی اس میں سے ایک حصہ ان مومنین کے رہنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا جن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ مسجد میں نماز عشاء کے وقت تھوڑی دیر کے لئے کھجور کے چھلکوں کو جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔

آنحضرتؐ کا گھر اپنی وضع کے اعتبار سے مسجد سے مختلف نہ تھا چنانچہ آپ کے

گھر میں صرف بقدر ضرورت روشنی کی جاتی تھی۔ آنحضرت نے مسجد کے اور اپنے گھر کے بننے تک جناب ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام کیا (جیسا کہ حصۂ اول میں ہم نے اس پر سرسری نظر ڈالی ہے) اور جب گھر بن گیا تو آپ اس میں منتقل ہو گئے (بحار ج ۱۹ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

کسی عملی ثبوت کے پیش کرنے سے پہلے تعمیر مسجد خود اس بات پر دلیل بن گئی کہ اسلامی زندگی کی بنیادیں اور کامیاب حیات انسانی کی خشت اول، خدا کی بندگی اور خدا سے راز و نیاز ہے تاکہ انسان کی زندگی کا ہر شعبہ اسی بنیاد و اساس پر قائم و دائم رہے۔

آنحضرتؐ نے مسجد کی تعمیر کے بعد مسجد ہی کو بطور دار القضا (فیصلے دینے کی جگہ یعنی عدالت) استعمال فرمایا اور صرف عبادت الٰہی نماز وغیرہ سے مخصوص نہ رکھا بلکہ عام اجتماعات، اور باہمی رائے مشورہ کرنے، مسلمانوں کے مختلف امور کو انجام دینے، لوگوں کی آپسی نزاع کو چکانے، فوجی تربیت دینے اور تعلیم احکام الٰہی دینے کے لئے استعمال کرتے رہے۔ خلاصہ یہ کہ حکومت کے تمام امور مسجد ہی میں طے کئے جاتے تھے۔

آنحضرتؐ کا مسجد کو دار القضا اور دار الحکومت بنانا اور امت کے مختلف امور کو مسجد میں طے کرنا، اس بات کا سب سے بڑا عملی ثبوت ہے کہ انصاف کرنا، امت کے امور اجتماعی و اقتصادی وغیرہ کا حل کرنا بھی جزء عبادت خدا ہے بشرطیکہ یہ امور ان احکام خدا کے مطابق ہوں جن کو خدا نے اپنے رسول پر نظام حیات انسانی چلانے کے لئے نازل کئے ہیں ــــ اور ان ہی احکام کی اجرائی کی وجہ سے آنحضرتؐ ایک حاکم، منصف، مربی، اور فوج کے سپہ سالار قرار پاتے ہیں ــــ

اس طرح اسلامی معاشرے اور سماج کے عناصر کی تمام بنیادیں خداوند عالم کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہیں ــــ چنانچہ یہیں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نظام اسلامی کے تمام پہلوؤں میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ یہ خداداد نظام ہے لہٰذا یہ ہمیشہ ایک ہی انداز پر چلتا رہے گا۔

مسلمانوں کے درمیان بھائی چارگی

آنحضرتؐ نے مختلف قبیلوں اور مختلف مکتب فکر کے افراد کو ایک مرکز پر جمع کیا۔ اس وقت مدینہ میں جو لوگ رہتے تھے وہ مندرجہ ذیل جماعتوں میں منقسم تھے۔

(۱) مسلمان :۔ مسلمانوں کی جماعت دو قسموں پر مشتمل تھی۔

(۱) انصار (۲) مہاجرین

قبیلہ اوس و خزرج جو اہل مدینہ سے تھے اور جب انھوں نے پیغام حق کو دل و جان سے قبول کیا اور آنحضرتؐ کی ہر طرح سے مدد کی تو آپ نے ان کو "انصار" کا خطاب دیا۔

اوس و خزرج

یہ اہل یمن سے دو آدمی تھے۔ جن کے باپ کا نام حارثہ بن ثعلبہ العنقاء اور ماں کا نام "قیلہ بنت کاہل تھا۔ جب شہر سبا (یمن کا ایک شہر) میں سیلاب کی وجہ سے سبا کا مشہور و معروف باندھ ٹوٹ گیا اور وہاں کے لوگ تباہ ہو گئے تو یہ دونوں یمن سے نکلے۔ یہ دونوں اور جوان کے ساتھ تھے، مدینہ میں آکر آباد ہوئے۔ مدینہ کی سرزمین زراعت کے لئے زرخیز ہونے کی بناء پر ان دونوں کی اولاد نے وہاں زراعت شروع کر دی اور اسی سے ان کی اقتصادی حالت دن بدن بہتر ہوتی گئی ـــــ چنانچہ یہودی ان سے غلہ وغیرہ حاصل کرتے تھے ـــــ

کچھ سال اور کچھ نسلوں کے گذرنے کے بعد اوس اور خزرج کی اولاد میں بعض شخصی اسباب کی بنیاد پر جنگ شروع ہو گئی چنانچہ دونوں گروہوں کے درمیان ایک دوسرے سے انتقام لینے کے جذبہ میں انتہائی شدت پیدا ہو گئی اور ان دونوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک اٹھی ـــ اور ان لوگوں نے آپس میں کئی جنگیں لڑیں اور لڑتے بھی رہے۔ جو جنگیں لڑی گئیں ان کے نام "یوم الربیع" "یوم البقیع" "الفجار الاول"، "والثانی" اور "یوم بُعاث" ہیں۔ یوم بعاث ان کی آخری جنگ تھی۔ اسی کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

جب وہ لوگ مسلسل جنگ و ہلاکت سے اکتا گئے تو انھوں نے جنگ بعاث کے بعد آپس میں حلف اٹھا کر عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنا سردار و حاکم بنایا۔ (محمد رسول اللہؐ ص ۱۳۶) عبداللہ بن ابی کی سرداری و حکومت کے چند ہی روز گذرے تھے کہ ہجرت نبوی کا واقعہ پیش آیا۔

مہاجرین :۔ مہاجرین وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے مسلمان ہو گئے۔ اور کفار مکہ کی سختیوں اور ظلم و ستم سہہ کر اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنا وطن مکہ اور مال و اسباب، اعزہ و اقارب سب کو چھوڑ کر مدینہ منورہ میں وارد ہو گئے اور اہل مدینہ نے پیغام حق و ہدایت خداوندی کو پا کر کشادہ قلبی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

ہجرت کے واقعہ سے تاریخ اسلام پر کچھ ایسے نئے اثرات مرتب ہوئے جن میں بعض اثرات تو فوراً ظاہر ہو گئے اور بعض کچھ مدت کے بعد۔۔۔

چنانچہ اسلام نے ایک ایسے سماج کی بنیاد رکھی جس کی مثال زمانۂ جاہلیت میں نہیں ملتی، چنانچہ تحریک اسلام ایک نئے موڑ پر آپہونچی اور مہاجرین و انصار کے

سنگم کے ساتھ جو نیا اسلامی معاشرہ وجود میں آیا اس سے تبلیغات اسلام کو ایک نئی زندگی ملی جو مہاجرین و انصار کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ تھی۔

یہ سب اس بنا پر ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے ہر طرح کے امتیاز کو مٹا کر آپس میں رضائے خدا کی خاطر ایسی اخوت و برادری قائم کی۔ جس کی بنیاد اس قول خداوندی پر تھی "یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ .... اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (حجرات ۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لے۔ یقیناً خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہے"۔

آنحضرتؐ نے اس قول خدا کی تشریح یوں فرمائی "خداوند عالم نے تم سے زمانۂ جاہلیت کے غرور، اونچ نیچ کی تفریق کو اور نسلی افتخار کو مٹا دیا۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے" (محمد المثل الکامل۔ محمد جاد المولیٰ صفحہ ۳۱۳ چاپ بیروت ۱۹۷۲ء)۔ اس طرح اسلام نے حیات اسلامی میں انسان کا معیار اور طرۂ امتیاز تقویٰ کو قرار دے کر زمانۂ جاہلیت کی ان تمام خباثت کا جڑ سے قلع قمع کر دیا جو آپس حسب و نسب کے فخر پر اور جھوٹی شان دکھا کر رونما ہوا کرتی تھیں۔

جس اخوت و برادری کے بیج کو اسلام نے بعد ہجرت مہاجرین و انصار کے دلوں میں بو یا تھا وہ شجرہ عملی میں بدل کر ثمر آور نظر آنے لگا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے انصار کو حکم دیا کہ مہاجرین میں سے ایک ایک کو اپنا بھائی بنائے اور ایک دوسرے کی ہر کام میں اسی طرح عملی طور پہ مدد کریں جس طرح حقیقی بھائی آپس میں کرتے ہیں۔

اس مقام پر ہم اس بات کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جب سب

مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علیؑ کو اپنا بھائی قرار دیا (سیرت نبویہ جلد ۲ ص ۱۵۰) اور حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔"
(صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۲۹۹ بروایۃ عبداللہ بن عمر، مستدرک، صحیحین جلد ۲ ص ۱۴ محب طبری در ریاض جلد ۲ ص ۱۶۷، طبقات جلد ۲ ص ۱۳، ایضاً در صحاح ستہ در فضائل خمسہ

بعنوان مواخاۃ و برادری اور اس کے فوائد اس طرح ظاہر ہوئے جس کی مثال تاریخ میں نہیں۔ یہی کیا کچھ کم تھا کہ یہ طے کر دیا گیا کہ انصار میں سے کسی کے مرنے پر اس کے مال و اسباب کا وارث مہاجرین ہی ہوگا نہ کہ دیگر رشتہ دار۔
(بحار جلد ۱۹ ص ۱۳۰، المیزان جلد ۹ سورۂ انفال ص ۱۴۲، بحث روائی ص ۱۴۳)

اس حکم پر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ جنگ بدر میں یہ حکم منسوخ ہوا اور اس طرح ارشاد خداوندی ہوا "اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ"۔ کتاب خدا میں صاحبان ارحام میں سے بعض بعض پر اولیٰ ہیں (انفال ۷۵)

انصار میں جذبۂ برادری اس حد کو پہونچ گیا کہ مہاجر کو اپنا بھائی بنانے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے چنانچہ کبھی کبھی اس مسئلہ کو قرعہ سے حل کرنا پڑتا تھا۔

جب اخوت قائم ہو گئی تو بعض انصار نے اپنا نصف مال اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ یہ بات بھی قابل تعجب نہیں جو سلسلہ انصار تاریخ میں ملتی ہے کہ بعض نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا کہ میری ازواج سے جسے تم اختیار کرو میں اسے طلاق دے دوں گا عدہ گذرنے کے بعد تم اس سے نکاح کر لو۔
(الرسول جلد ۱ ص ۲۲۳ طبع سوم مولف سعید حوی، سیرت نبویہ مولف دحلان ص ۱۴۰)

اس اخوت و برادری سے مہاجرین و انصار کے درمیان ایک ایسا انداز زندگی قائم

ہوا جس کی نظیر تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی ۔ چنانچہ ہجرت کے بعد مہاجرین کا جو اقتصادی مسئلہ پیدا ہوا وہ اسی اخوت کی بنا پر بآسانی حل ہوگیا۔

یہ بھی قابل توجہ امر ہے کہ مہاجرین پر بھی یہ بات گراں گذری تھی کہ وہ اپنے انصار بھائیوں کی محبت اور ان کے حسن سلوک سے صرف استفادہ کرتے رہیں اور خود کچھ نہ کریں، چنانچہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے میدان عمل میں اتر گئے۔ (صور من حیاۃ محمد ص ۲۶۴، سیرت دحلان ص ۱۷۵) مہاجرین میں زیادہ تر محنت و مشقت کے عادی تھے اور کاروبار امور معیشت جیسے تجارت سے باخبر تھے ۔ چنانچہ بعض امور معاشرہ مہاجرین کی بدولت چلتے رہے اور مہاجرین بھی کسب معیشت کے لئے کوشاں رہے ۔ ان میں سے بعض تجارت کرنے لگے اور بعض نے زراعت شروع کردی۔

سوائے مومنین کی ایک چھوٹی سی جماعت کے اور کوئی بیکار نہ تھا وہ نہ تو انصار تھے اور نہ مہاجرین ــــ بلکہ وہ ایسے اعرابی (صحرانشین) تھے جن کے پاس نہ کوئی ذریعہ معاش تھا اور نہ ہی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی سرمایہ تھا. اسی بنا پر آنحضرتؐ نے ان کی رہائش کے لئے مسجد کا ایک حصہ مخصوص کردیا تھا۔ انھیں "اصحاب صفہ" کہا جاتا تھا ــــ ذی حیثیت مسلمان ان کی تمام ضروریات کو پورا کرتے تھے ــــ اس طرح آنحضرتؐ نے مومنین کی اس جماعت کی زندگی کے نظام کو محکم بنیادوں پر رکھا ــــ

(۲) یہود :۔ یہ چار قسموں پر مشتمل تھے ۱۔ بنی قینقاع ــــ جو مدینہ میں رہتے تھے

۲۔ بنی نضیر ــــ
۳۔ یہود خیبر ــــ } یہ تینوں قبیلے مدینہ کے باہر رہتے تھے ۔
۴۔ بنی قریظہ ــــ

اگرچہ یہود مدینہ میں رہتے تھے لیکن اجتماعی نظم وضبط کے اعتبار سے وہ مسلمانوں سے بالکل جدا تھے اور وہ مدینہ کے مسلم ماحول اور ان کے دین ومقاصد کی مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے چنانچہ اسی بناء پر رسول اکرمؐ نے ان کی مخالفت وایذا رسانی سے بچنے، حکومت اسلامی قائم کرنے اور سلسلۂ دعوت حق کو برقرار رکھتے ہوئے ہر دل میں پیغام حق راسخ کرنے کے لئے ان سے مصالحت کر لی۔

اور آنحضرتؐ نے ابتداء میں جو دستور العمل مرتب کیا اس کے چند دفعات کو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

۱۔ مسلمان : قریش واہل یثرب اور جو ان سے مربوط تھے اور جو ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تھے ـــــ یہ سب ایک جماعت کے افراد ہوں گے۔

۲۔ مومنین : ایک دوسرے کے دوست ہیں اور وہ سب خدا کی پناہ میں ہیں۔

۳۔ بنی عوف کے یہودیوں کی جماعت کا شمار مومنین کے ساتھ ہوگا مگر یہودی اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر رہیں گے۔ پس جو بھی ظلم وسرکشی کرے گا وہ خود کو اور اپنے گھر کے افراد کو ہلاکت میں ڈالے گا۔

۴۔ یہود اپنی ضروریات زندگی کے ذمہ دار ہوں گے اور اسی طرح مسلمان بھی اپنی احتیاجات کو خود پورا کریں گے لیکن اگر کوئی اس معاہدے کے حامی پر حملہ آور ہو تو اس کے مقابلہ میں یہود ومسلمان ایک دوسرے کی نصرت کریں گے۔

۵۔ اور جب بھی اس معاہدے کی حمایت کرنے والوں کے درمیان کوئی ایسا واقعہ یا امر اختلافی جس سے فساد کا خوف پایا جاتا ہو تو اس کا حل خدا اور اس کے رسولؐ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

۶۔ جو مدینہ سے نکل جائے یا مدینہ میں رہ جائے ان میں سے ہر ایک محفوظ رہے گا ـــــ

سوائے اس کے جو ظلم و سرکشی کرے۔

یہ چند دفعات اس دستور العمل کے ہیں جس کو پیغمبر اکرمؐ نے مسلمانوں اور یہودیوں کیلئے اسلامی نظریات کے مطابق مرتب فرمایا تھا تاکہ وہ باہم خوشگوار زندگی گذار سکیں۔ مزید تفصیلات کے لئے سیرۃ ابن ہشام کی طرف رجوع کیا جائے۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۴۷، ۱۴۸)

وہ یہود جو اس معاہدے میں شریک تھے بنی عوف، بنی نجار، بنی حارث بنی ساعدہ، بنی جشعم، یہود اوس و بنی ثعلبہ تھے۔ بنی قریظہ، بنی نضیر، بنی قینقاع سے ہٹ کر کسی نے بھی اس معاہدے کی خلاف ورزی نہ کی۔ لیکن مخالفین زیادہ دن تک اپنی مخالفت پر باقی نہ رہے۔ بلکہ ان کو بہت جلد شروط معاہدہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

۳۔ منافقین :۔ یہ اہل مدینہ کی ایک ایسی جماعت تھی جو بدبختی کے ساتھ اسلام لائی کیونکہ وہ اسلام کی عظمت اور اس کی روز افزوں طاقت سے ڈر گئے پس وہ بظاہر تو اسلام لائے مگر بہ باطن کفر پر باقی رہے۔

منافقین اپنے نظریات کے لحاظ سے چند جماعتوں پر مشتمل تھے۔ بعضوں نے مادی منفعت کے لئے اسلام کو قبول کیا اور بعض نے اپنی بت پرستی پر باقی رہنے میں جب خطرہ محسوس کیا تو بہ ظاہر اسلام قبول کیا اور بہ باطن بت پرست رہے۔ اور ایک جماعت ان شبہات سے متاثر ہوئی جن کو یہودیوں نے رسول اکرمؐ کے خلاف اکسانے میں استعمال کیا تھا۔ لہذا یہ لوگ ظاہراً مسلمان ہوئے اور باطن میں نظریات یہود پر باقی رہے۔ اور ایک گروہ مہاجرین کے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد اسلام نہ لانے سے اپنے مفادات کے لئے خطرہ محسوس کرنے لگا تو حصول مفادات و اقتدار کی خاطر اسلام لایا۔

بہرحال یہ سب کے سب بظاہر مسلمان تھے ۔ چنانچہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے، روزہ رکھتے تھے اور مخفی طور پر اسلام اور رسول اسلام کے درپے آزار تھے اور اسلام کو ہر ممکن نقصان پہونچانے کے لئے کوشاں تھے ۔

منافقین کے زیادہ تر مشاغل غرضمندانہ اور اسلام کی دشمنی پر مبنی تھے جیسے اسلام کے خلاف جھوٹی افواہیں اڑانا، اور یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا وغیرہ لیکن منافقین اپنی مکاریوں کے باوجود اپنے مقاصد میں اس لئے ناکام رہتے تھے کہ قرآن ان کے مکروفریب سے اس سے پہلے ہی مسلمانوں کو آگاہ کر دیتا تھا کہ وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکیں و نیز مسلمانوں کے دلوں میں عظمت اسلام بٹھاتا تھا اور یہ واضح کرتا تھا کہ منافقین میں تحریک اسلام کے مقابلہ کی قدرت نہیں ہے اور نہ ہی وہ اسلام کا کچھ بگاڑ سکیں گے ۔ چنانچہ رسول اکرمؐ جب تک زندہ رہے منافقین کے بازو شل رہے ۔

۴ ۔ مشرکین : یہ بہ لحاظ تعداد مدینہ میں بہت کم تھے لیکن مدینہ میں اسلامی تحریک کی ہر طرح سے روک تھام میں لگے ہوئے تھے جو دن بہ دن بڑھتی اور کامیاب ہوتی جارہی تھی ۔ لیکن انھیں اس سلسلہ میں شکست اور ناکامی ہوئی کیونکہ وہ زور اسلام کے آگے اپنی قلت اور کمزوری کی وجہ سے ٹک نہیں سکے ۔

فوجی نظام

آنحضرتؐ کا تبلیغی مشن عالم عرب میں انقلاب برپا کرنے کے لئے ابتدا ہی سے مختلف ادوار سے گذرتا رہا۔ چنانچہ سب سے پہلے خصوصی طور پر آپ نے بحکم خدا اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت اسلام دی۔ اس کے بعد آپ نے عمومی طور پر خانہ کعبہ کے پاس تمام قریش کو پیغام حق سنایا۔ قریش نے پیغام حق سنکر بجائے ایمان لانے کے آپ کو اور مسلمانوں کو اذیتیں دیں۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف جانا پڑا۔ اور آپ مکہ سے نکل کر طائف پہونچے۔ اور لوگوں کو دعوت حق دی۔ طائف میں ایک مہینہ رہ کر آپ دوبارہ مکہ پہونچے۔ زمانۂ حج میں مدینہ سے آنے والے حجاج سے ملاقات کی اور ان کو پیغام حق سنایا اور دعوت اسلام دی۔ چنانچہ انھوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس کے بعد جب کفار نے بے انتہا اذیتیں پہونچائیں تو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی آپ کے بعد مومنین بھی وارد مدینہ ہوگئے۔ آپ کے مدینہ میں وارد ہوجانے کے ساتھ ہی اسلامی تحریک کو آگے بڑھنے اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے وسیع امکانات پیدا ہوگئے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کے مدینہ پہونچنے کے بعد ہی آپ کی زیر قیادت حکومت اسلامی کا عمل میں آیا۔

حکومت اسلامی کے قیام کے بعد جہاں اور انتظامی شعبے ترتیب دیئے گئے اُسی طرح حفاظت اسلام و مسلمین اور دشمنان دین سے دفاع کے لئے فوجی نظام بھی مرتب کیا گیا۔ ہم فوج اسلام کی سیاست پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے اس کی طرف اس لئے توجہ دی ہے کہ وہ تبلیغ میں جو بھی مادی طاقتیں حائل ہوکر

رشتۂ عبد و معبود منقطع کرنے کی کوشش کریں ان کا دندان شکن جواب دیا جاسکے تاکہ آسمان معرفت کا نور قلب بشریت پر ساطع ہوسکے چنانچہ اس نظام کے یہ تمام مقاصد ہر خاص و عام پر روز روشن کی طرح عیاں تھے۔

چنانچہ جب مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا تو اس وقت عامر بن ربعی ایرانی لشکر کے سپہ سالار سے خطاب کرتے ہوئے کہا "خداوند عالم نے ہماری مدد کی تاکہ ہم لوگوں کو بندوں کی پرستش سے ہٹا کر عبادت خدا پر آمادہ کریں اور ان کو مصائب دنیا سے نجات دلائیں اور دیگر ادیان کی بے اعتدالیوں سے بچا کر اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف بلائیں۔ خدا نے ہم کو اپنے دین کی دولت سے نوازا تاکہ ہم لوگوں کو بھی اس دین کی دعوت دیں پس جو ہماری آواز اور ہماری دعوت پر لبیک کہے ہم اس کو پناہ دیں گے اور اس سے کسی قسم کا تعارض نہیں کریں گے اور جو انکار کرے ہم اس سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم وعدۂ خدا کو پالیں (یعنی یا تو ہم مرجائیں یا دشمن خدا.......)

(لمحات فی الثقافۃ الاسلامیہ عمر عودۃ الخلیب ص ۲۸۷ طبع اول بیروت ۱۹۶۳ء)

فوجی نظام ایک ہی انداز پر منحصر نہ تھا بلکہ عملی کارکردگی دو رخ پر مشتمل تھی۔

۱۔ جنگ ابتدائی کا رخ: اس کے پیش نظر لوگوں کو یہ دعوت دی جاتی تھی کہ اسلام وہ پیام الٰہی ہے جو انسانوں کی بہتری کے لئے روئے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ پس اس کی تبلیغ میں جو بھی رکاوٹ بنے اسے دفع کیا جانا چاہیے یہ رکاوٹیں کسی بھی طاقت کے روپ میں آئیں اسے تہہ تیغ کردیا جائے گا۔

۲۔ جنگ دفاعی کا رخ: اس کے پیش نظر وہ مخالفین اسلام جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تھے ان کی روک تھام کی جاتی تھی۔

اسی بنا پر اسلامی لشکر کی کارکردگی اور فتوحات کا ایک ہی مقصد رہا کرتا تھا اور وہ یہ کہ پیامِ حق کی دعوت کے میں جو کوئی رکاوٹ پیش آتی تھی اسے دور کیا جائے۔ پس ہم اسلامی لشکر کی تمام جنگوں میں یہ دونوں رخ واضح طریقے سے پاتے ہیں۔

جنگ بدر، فتح مکہ، جنگ حنین، اسلام کی ابتدائی جنگوں میں تھیں ــــ اور خندق وخیبر واحد اور دیگر تمام جنگیں دفاعی تھیں۔

ہم اسلام کی ان دونوں طرح کی جنگوں کا جائزہ لیں گے۔

جنگ بدر

اعلان بعثت سے لے کر شنہ تک مکہ کے قریش اور قبائل کے سردار اپنی وضع جاہلیت باقی رکھتے ہوئے زمانۂ جاہلیت کے امور ورسوم کو اسی انداز سے اپنے مصالح اور مفاد کے لئے جاری رکھنا چاہتے تھے جس طرح زمانۂ جاہلیت پابند رسوم تھے۔ اسی لئے ذاتی مفادات کی خاطر مکہ کے سردارانِ قبائل اسلامی تحریک کی آواز دبانے اور اسکے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے پر کربستہ ہوگئے جس کی بنیاد آنحضرتؐ نے رکھی تھی پس وہ مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے اذیتیں پہونچاتے رہے اور ان کو عذاب میں مبتلا کرتے رہے جس کی وجہ سے مکہ کی پوری فضاء میں ایک خوف پھیل گیا تھا۔

اسی اثناء میں واقعۂ ہجرت پیش آیا جس کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو مدینہ میں پناہ ملی اور پھر روز افزوں ترقی کا موقع ملا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ کے کفار اپنی حالت پر باقی رہے اور اسلام کے مقابلہ میں اپنی دشمنی کے موقف میں

کوئی تبدیلی نہیں لائے بلکہ ان لوگوں کی سرکشی روز بروز بڑھتی گئی ۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مکہ ان دنوں عالم عرب کے لئے مرکز تجارت تھا۔ اسی بنیاد پر جب مختلف تجارتی قافلے مکہ جایا آیا کرتے تھے اور جب وہ یہ دیکھتے تھے کہ اہل مکہ اسلام کی مخالفت میں اپنی دولت و طاقت صرف کر رہے ہیں تو وہ بھی ان کی مدد کرتے تھے چنانچہ دشمنان اسلام کے اس انداز دشمنی کو جب آنحضرت نے ملاحظہ کیا تو ان کے تمام اقدامات کا سدباب کیا اور مکہ میں تجارتی قافلوں کی آمد و رفت کی روک تھام کر کے قریش کے اقتصادیات پر کنٹرول کیا۔ چنانچہ پہلی سن ہجری میں رسول اکرمؐ نے اسلامی فوج کے کچھ دستوں قریش تنبیہ کرنے کے لئے روانہ کیا ۔ اور بعض دستوں کو مکہ میں اور اس کے اطراف ان مقامات پر متعین فرمایا جہاں سے تجارتی قافلوں کی رفت و آمد تھی ۔

اسی انداز سے آپ فوجی دستے بھیجتے رہے اور یوں ہی ایک سال گذرا۔ کبھی آپ نے ایک معرکہ اپنے چچا حضرت حمزہ کی قیادت میں سر کیا تو کبھی معرکہ دیگر عبیدۃ ابن حارث کی قیادت میں ـــــ اور کبھی آپ نے خود قیادت فرمائی اور کبھی معرکہ عبداللہ بن جحش کی سرداری میں سر کرنے کا حکم دیا۔

اگرچہ ان اقدامات اور ناکہ بندیوں سے کوئی فوجی کامیابی حاصل نہ ہوئی مگر کبھی اس کے سبب جو کشت و خون ہوتا تھا تو دشمن اس سے ہراساں ہو جاتا تھا اور اس سے اس کے اقتصادیات بری طرح متاثر ہو چکے تھے ۔

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قریش کی اقتصادیات کے لئے تجارتی قافلوں کی مکہ میں رفت و آمد بمنزلہ رگ جان تھی ـــ جیسے ہی مکہ کے راستے بند کر دیئے گئے تو وہ اس قسم کی تنگیوں سے پریشان تھے اور اس کی بڑی مشقت اٹھا رہے تھے ـــــ

ایک طرف تو دشمنان دین کا یہ عالم تھا دوسری طرف مسلمان اسلامی فوجی دستوں کی کارکردگی سے نہ صرف محفوظ و مطمئن تھے بلکہ ان کے دل منصور ہو رہے تھے اور ان میں توکل بخدا روز افزوں ہوتا جا رہا تھا۔

رمضان المبارک ۲ھ میں جب لشکر کفار قریش ابوسفیان کی قیادت میں مسلمانوں سے آمادۂ پیکار ہوا تو آنحضرتؐ نے اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ اس سے مقابلے کی تیاری شروع کی اس میں تقریباً تین سو (۳۰۰) مجاہد تھے۔ ساز و سامان کی قلت کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کے پاس صرف ۷۰ اونٹ تھے ہر اونٹ کی پشت پر ۲، ۲ یا ۳، ۳ آدمی سوار تھے۔

آنحضرتؐ نے اس قافلۂ تجارت کی روک تھام کی جو ابوسفیان کی مدد کے لئے پہونچ رہا تھا۔ چنانچہ اس قافلہ نے خطرات سے بچنے کے لئے اپنا راستہ بدل دیا اور قریش سے جلد از جلد جا ملنے کی کوشش کی۔ ادھر قریش بھی اس قافلہ کی حمایت کرنے میں ایسے بھاری لشکر کے ساتھ آگے بڑھے جس کی تعداد مسلمانوں کے لشکر کی بہ نسبت تین (۳) گنا زیادہ تھی۔

وہ تجارتی قافلہ اس طرح مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ کے چھڑ جانے کا باعث ہوا اور اب مسلمانوں کو کفار قریش کا سامنا کرنا تھا۔

اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے اس معاملہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تاکہ ہر صحابی اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اظہار جذبۂ ایمانی کیا۔

مقداد بن عمرو کہنے لگے "بخدا اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم نصرت دین خدا کی خاطر چٹانوں سے ٹکرائیں اور پرخار وادیوں میں اتریں تو یقیناً ہم اس میں آپ کی اطاعت

کریں گے اور خدا کی قسم آپ سے وہ نہیں کہہ سکتے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا "اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ"۔ اے موسیٰ! دشمنان دین کے مقابلہ پر تم جاؤ اور تمہارا خدا جائے ہم تو یہیں بیٹھیں گے" (مائدہ آیۃ ۲۴) ـــــ یا رسول اللہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ حکم رب کے مطابق عمل کریں ہم آپ کے ہمراہ دشمنوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں"۔ ـــــ

سعد بن معاذ انصار کی طرف سے بول اُٹھے" یا رسول اللہ آپ جس طرف چاہیں ہمیں لے چلیں، ہمارے مال سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں چھوڑ دیں خدا کی قسم اگر آپ ہم کو دریا میں اترنے کا حکم دیں تو ہم اتر پڑیں گے ـــــ یقیناً خداوند عالم آپ کو وہ چیز عنایت کرے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی ـــ آپ ہم کو لے کر بڑھے چلیں اس میں برکت خداوندی ہوگی"۔ ـــــ

(بحار جلد ۱۹ صـ ۲۱۸ ، المیزان تفسیر سورۂ انفال)

پھر آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کا نام لیکر چل پڑو خدا نے مجھ سے ایک گروہ (مسلمانوں) کی کامیابی کا وعدہ کیا ہے اور خدا ہرگز وعدہ خلافی نہیں کر سکتا ـــ بخدا میں اس جنگ میں ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور دیگر دشمنان خدا کے مقتل کو دیکھ رہا ہوں (یعنی یقیناً یہ سب مارے جائیں گے) اس کے بعد آنحضرتؐ نے بدر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ـــــ بدر ایک کنواں کا نام تھا ـــ

بدر میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر جمع ہو گئے ـــ پیغمبر اکرمؐ اور مسلمانوں نے اپنے رب سے مدد طلب کی تو خدا نے آسمان سے مسلمانوں کی نصرت کی ـــ چنانچہ قرآن اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے

(اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہاری

دعا قبول کی اور تمہاری مدد کے لئے آسمان سے ہزاروں فرشتوں کو بھیجا ـــــــ

(سورۂ انفال ۹)

پس خدا نے رسول اکرمؐ اور مومنین کی اس طرح مدد کی کہ مسلمان عزت و آبرو کے ساتھ کامیاب ہوئے اور قریش کو شکست فاش ہوئی اور حد سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا اور جو شرک و ضلال کے سردار میدان میں آئے تھے ان کے سر انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ گھوڑوں کے ٹاپوں اور اونٹوں کے پیروں تلے نظر آنے لگے اور ان میں سے ہر ایک تاریخ بشریت کے لئے نمونۂ عبرت بن گیا۔

maablib.org

معرکہ خندق

جنگ بدر رسول اسلام کی ان جنگوں میں سے ایک ہے جو ابتدائی طور پر لڑی گئیں۔ اب ہم جنگ خندق کو ان جنگوں میں سے پیش کرنا چاہتے ہیں جو دفاعی طور پر رسالت اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے لڑی گئی۔

سنہ ۵ھ میں یہودیوں کے بعض سردار مشرکوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر ابھارنے کے لئے مکہ گئے۔ چنانچہ ابوسفیان ان کے اس ارادے سے بہت خوش ہوا علاوہ ازیں قریش رسول اکرمؐ کے مقابلہ پر اتر آنے سے پہلے یہودیوں کی اس پیشکش پر لبیک کہنے کے لئے غور و فکر کر رہے تھے۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو کچھ لمحات اپنی عقلوں پر زور دیکر گویا کہ خود اپنے آپ اس طرح سوال کر رہے تھے۔

کیا محمدؐ اپنی تحریک میں حق پر نہیں ہیں؟ جو اپنی تحریک کا دفاع کئی سالوں سے مسلسل کر رہے ہیں اور اس معاملہ میں وہ یہودیوں سے گفتگو کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ یہودیوں کو اہل کتاب جانتے تھے۔ بس انہوں نے ان یہودیوں سے سوال کیا جو مکہ میں آئے تھے: اے گروہ یہود! تم صاحبان کتاب ہو ہمارے اور محمدؐ کے درمیان جس بات کا اختلاف ہے اس کے بارے میں تم کو پورا علم ہے۔ لہذا ہم کو بتاؤ کہ کیا ہمارا دین محمدؐ کے دین سے بہتر ہے؟ پس یہود نے جواب دیا: تمہارا دین محمدؐ کے دین سے بہتر ہے اور اس کی بہ نسبت تم لوگ حق پر ہو۔ (ارشاد مفید ص۵۲ مطبع الحیدریہ نجف ۱۹۶۲ء)

اس سلسلہ میں یہودی ناقابل عفو جرم میں مبتلا ہو گئے کیونکہ انہوں نے بت پرستی کو

دین توحید پر فضیلت دی صرف اس لئے کہ قریش کو رسول اللہ سے لڑنے پر آمادہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے ,, اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتَابِ ..'' کیا تم نے ان کے بارے میں غور نہیں کیا جن کو کتاب سے تھوڑا سا حصہ دیئے جانے (کے باوجود) وہ طاغوت اور جبت پر ایمان لائے اور کفار کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ لوگ صاحبان ایمان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (نساء ۵۱)

چنانچہ ان یہودیوں نے قبائل عرب کو اسلام کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرنے کے لئے اپنی پوری پوری کوشش کی۔ چنانچہ قبیلۂ بنی فزارہ، اشجع، مرہ، سلیم، بنی سعد، بنی اسد وغیرہ کو اپنے ساتھ ملالیا اور ابوسفیان بن حرب کی سرداری میں پیغمبر سے لڑنے کے لئے دس ہزار کا لشکر جمع کیا۔ دشمن کا یہ لشکر مدینہ کی طرف بڑھنے لگا جب آنحضرتؐ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مدینہ چھوڑنے کے بجائے حفاظت مدینہ کے لئے اطراف مدینہ فوج کو متعین فرمایا۔

مدینہ کے مشرق و مغرب میں مکان اس طرح ملے ہوئے تھے، گویا کہ یہ ایک مضبوط فصیل معلوم ہوتے تھے۔ جنوب مشرق میں بنی قریظہ بستے تھے، ان سے اور آنحضرتؐ سے معاہدہ تھا کہ باہم حقوق ہمسایہ ادا کرتے رہیں گے۔ پس شمالی مدینہ کے علاوہ اور کوئی راہ کھلی نہ تھی۔ آنحضرتؐ نے اس معاملہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ جناب سلمانؓ نے مشورہ دیا کہ فارس میں ہم لوگ (دشمن سے بچنے کے لئے) اپنے اطراف خندق کھودتے تھے لہذا اب بھی مدینہ کا وہ حصہ جو کھلا ہوا ہے (جہاں سے دشمن کے وارد ہونے کا اندیشہ ہے) خندق کھودی جائے۔ آنحضرتؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا آپ خود تمام مسلمانوں کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف ہوگئے۔ یہاں تک کہ یہ

کام سب نے مل کر چھ دن میں پورا کیا۔

وہ مکان جو دشمن کے بمقابل واقع تھے اسے مضبوط و محکم کیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو محفوظ جگہوں پر منتقل کر دیا گیا۔

آنحضرتؐ تین ہزار مجاہدوں کے ساتھ نکلے۔ لشکر کا بعض حصہ خندق کے قریب متعین فرمایا۔

قریش جب اپنی ٹکڑیوں کے ساتھ مدینہ پہنچے تو خندق کو دیکھ کر وحشت زدہ ہوئے کیونکہ ان کی فوج کو کبھی بھی اس طرح کی کسی چیز سے سابقہ نہیں پڑا تھا بس تمام قریش خندق کے اطراف جمع ہو گئے۔ لیکن خندق کو دیکھ کر، فضا کی ٹھنڈک اور ہوا کی تیزی کو محسوس کر کے وہ پریشان تھے۔

قریش پلٹنا چاہتے تھے۔ یہودیوں نے اسے محسوس کیا۔ حیی بن اخطب جو یہودیوں کا سردار تھا جب اسے اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا میں قبیلہ بنی قریظہ سے کہوں گا کہ وہ ہماری مدد کریں اور جو عہد انہوں نے رسول خداؐ سے کیا ہے اُسے توڑ کر ہمارے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائیں۔ کیونکہ اس وقت تمہاری مدد سے مسلمانوں پر حملہ کرنا اور لشکر اسلامی کو چو طرف سے گھیرے میں لینا اور ان پر اقتصادیات کو بند کرنا ممکن ہے۔

چنانچہ حیی بن اخطب بنی قریظہ کے پاس گیا مگر کعب بن اسد نے اسے دیکھ کر قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور داخل قلعہ ہونے سے روکا لیکن ابن اخطب نے جب اسے ڈانٹا اور مذہبی بنیاد پر اپنے تعلقات کو یاد دلایا اور کہا کہ یہی موقع ہے جو ہم سب جمع ہو کر مسلمانوں سے بدلہ لے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس نے کافی باتیں بنائیں

پس جب بنی قریظہ ابن اخطب کی باتوں سے مطمئن ہو گئے تو رسول اکرمؐ سے عہد شکنی کر کے جو بھی عہد، رسول اکرمؐ سے لکھے تھے اسے پارہ پارہ کر دیئے۔

جب آنحضرتؐ نے ان کی عہد شکنی سنی تو ان کے پاس ایک وفد بھیجا تاکہ انہیں متنبہ کیا جا سکے۔ بنی قریظہ نے نہ صرف آنحضرتؐ کے جواب میں اپنی بے ادبی و بدباطنی کا اظہار کیا۔ بلکہ جب ان کے پاس وفد بھیجا اور وفد نے مطالبہ کیا کہ وہ عہد کو پورا کریں تو بنی قریظہ نے وفد سے مطالبہ کیا کہ ان یہود بنی نضیر کو واپس بلایا جائے جنہیں آنحضرتؐ نے نکال کر اپنی بستیوں میں بھیجا ہے۔

جب بنی قریظہ رسول اکرمؐ اور مسلمانوں کے مقابلہ پر تیار نظر آنے لگے اور ان سے بات چیت فائدہ بخش نہ رہی تو وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آیا اور صورت حال کا آنحضرتؐ کے سامنے ذکر کیا تو مسلمانوں پر بڑا خوف طاری ہوا۔ ان کی آنکھیں دھنسی جا رہی تھیں اور وہ جاں بلب تھے۔ جیسا کہ قرآن نے سورۂ احزاب آیۃ ۱۰ تا ۱۳ میں اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے، بنی قریظہ تک یہ بات پہنچی کہ یہودیوں نے اچانک مسلمانوں کے بعض قبائل پر حملہ کر دیا ہے اور انہیں مبتلائے دہشت کیا ہے، اور مسلمانوں کے خلاف مختلف گروہوں کا ایک لشکر تیار کیا ہے۔

عمرو بن عبدود عامری۔ جو ان میں سب سے زیادہ بہادر تھا۔ نے جیسے ہی خندق کو عبور کیا تو اس کے ساتھ ہی دیگر مشرکین، مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسلمانوں کو مدینہ میں خوف دلانے لگے۔ حضرت علیؑ بھی کچھ مسلمانوں کے ساتھ خندق کے اس حصہ کی طرف آپہنچے جدھر سے عمرو بن عبدود نے عبور کیا تھا۔ تاکہ مشرکین کے حملہ کو پسپا کیا جائے (السیرۃ النبویۃ ج۲ مولف دحلان، ارشاد مفید ص [illegible])

عمرو بن عبدود مسلمانوں کو ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا۔ اپنی قوت و طاقت پر ناز کرتے ہوئے آواز دینے لگا، تم میں سے کوئی جو میرے مقابلے کے لئے آئے؟ حضرت علیؑ کھڑے ہو کر آنحضرتؐ سے کہنے لگے یا نبی اللہ اس کے مقابلے کے لئے میں تیار

ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ یہ عمرو ہے۔ عمرو نے دوبارہ صدا دی اور مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہوئے اور انکا مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا کہاں ہے تمہاری جنت جس کا تم عقیدہ رکھتے ہو کہ جو تم میں سے مارا جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کیا تم میں کوئی مرد ہے جو میرے مقابلہ پر اتر آئے۔

پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں اس کے مقابلہ پر تیار ہوں آنحضرتؐ نے پھر حضرت علیؓ سے کہا کہ بیٹھ جاؤ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ عمرو ہے تو کیا ہوا میں بہرحال اس کے مقابلہ پر آمادہ ہوں۔

بالآخر جب سوائے علیؓ کے کوئی نہ اٹھا تو رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو اجازت دی ذوالفقار عطا کی اپنی زرہ پہنائی اور اپنا عمامہ حضرت علیؓ کے سر پر رکھا اور بارگاہ احدیت میں یہ دعا کی "خدایا: یہ میرا بھائی اور پسر عم ہے پس مجھے تنہا مت چھوڑ، تو تو بہترین وارث ہے" (السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۳۱۸ غزوہ خندق)

حضرت علیؓ میدان جنگ میں تشریف لائے اور عمرو سے اس طرح خطاب فرمایا اے عمرو (میں نے سنا ہے کہ) تیری یہ عادت ہے کہ تیرا مقابل جب کوئی دو باتیں پیش کرتا ہے تو اس میں سے ایک کو قبول کرتا ہے۔

عمرو : ہاں

علیؓ : میں تجھے خدا و رسولؐ اور اسلام کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں

عمرو : مجھے اس کی ضرورت نہیں

علیؓ : پس میں تجھے دعوت مقابلہ دیتا ہوں

عمرو : میں تمہارا خون بہانے سے حیا کرتا ہوں کیونکہ تمہارے والد میرے دوست تھے (شاید عمرو کا اشارہ معاشرتی میل ملاپ کی طرف ہو ورنہ بر بنائے عقیدہ اس میں اور کل ایمان

کے والد میں تصور روحی سو ہمن ہے۔ مترجم)

عمرو غضبناک ہو کر حضرت علیؑ پر حملہ آور ہوا تو آپ نے اس کے وار کو سپر سے روکا پھر آپ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا۔ مسلمانوں نے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے (بحوالہ گذشتہ)

جب حضرت علیؑ میدان سے کامیاب و کامران لوٹے تو آنحضرت نے یہ کہتے ہوئے علی کا عمرو بن عبدود کے مقابلہ پر آنا میری امت کے قیامت تک کے عمل سے افضل ہے استقبال کیا۔ (مستدرک الصحیحین ج ۲ ص ۳۲ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۹ مولف خطیب بغدادی)

عمرو بن عبدود کے قتل ہو جانے کے بعد مشرکین کی روش جنگ بدل انہوں نے مدینہ کو حصار میں لے کر مسلمانوں پر سختی شروع کی۔ دوپہر سے نصف شب تک گھمسان کا رن پڑا۔

اس اثنا میں نعیم بن مسعود اشجعی بغیر اپنی قوم کو اطلاع کے آنحضرت کی خدمت میں پہنچ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ (فقہ السیرہ ص ۳۴۰ مولف غزالی)

پس آنحضرت نے نعیم کو حکم دیا کہ وہ (قبیلۂ غطفان کی ایک فرد کی طرح) اپنی اطلاع یعنی جو وہ اپنی قوم کو اطلاع دیئے بغیر مسلمان ہوا تھا) سے فائدہ اٹھائے اور اپنا انداز سب سے اس طرح رکھے کہ سب اس کا احترام کریں۔ پس پہلے وہ بنی قریظہ کے پاس گیا۔ کیونکہ اسے بنی قریظہ سے بڑی محبت تھی چنانچہ اس نے ان کے سامنے اپنے اس جذبۂ محبت کا اظہار بھی کیا۔

پھر اس نے بنی قریظہ سے کہا کہ قریش و غطفان زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکیں گے۔ پس ان کے لئے ضروری ہے کہ کوچ کریں اور اگر تم مدینہ میں رہ گئے تو یقیناً تم کو محمد عبرتناک سزا دیں گے۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ اسیروں کو قریش سے حاصل کر لو یہ تمہارے ہی پاس رہیں گے یہاں تک کہ قریش و غطفان میدان جنگ سے ہٹ نہ جائیں

بنی قریظہ نے اس کی رائے قبول کی۔

پھر وہ قریش سے مل کر کہنے لگا "بنی قریظہ رسولؐ سے عہد شکنی کا افسوس کر رہے ہیں۔ اور اب پیغمبرؐ کو راضی کرنے کی فکر کوشش کرنے والے ہیں وہ قریش سے اپنے اسیروں کو طلب کریں گے تاکہ انہیں قتل کر سکیں۔ پس تم لوگ اسیروں کو ان کے حوالہ نہ کرو۔

اسکے بعد وہ غطفان سے مل کر وہی بات کی جو اس نے قریش سے کی تھی۔

جب ابوسفیان دوسرے دن بروز شنبہ بنی قریظہ سے مل کر ان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا مطالبہ کیا (صور من حیاۃ محمد ص۲۹ مولف امین دویدار، فقہ السیرۃ مولف غزالی ص۳۳۰) ۔ تو بنی قریظہ نے کہا کہ ہم اس سلسلے میں معذور ہیں۔

ابوسفیان نے بنی قریظہ پر اصرار کیا مگر وہ انکار کرتے اور جب اسیروں کے مسئلہ کو ابوسفیان کے سامنے پیش کیا تو ابوسفیان کو نعیم بن مسعود کی بات یاد آگئی اور اس بات سے مطمئن ہوا کہ نعیم نے ہمیں صحیح خبر دی۔ اس کے بعد ابوسفیان غطفان کے پاس گیا تو انہیں بھی متردد پایا۔

رات کو ٹھنڈی اور اتنی تیز ہوا چلنے لگی کہ دشمنوں کے خیمے اکھڑنے لگے اور ان کا سب اثاثہ درہم برہم ہوگیا۔ اس وقت مشرکین پر ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ خوف کے مارے میدان سے الٹے پاؤں واپس ہوگئے۔

صبح جب مسلمانوں نے اپنے دشمن مشرکین میں سے کسی کو نہ پایا تو وہ نصرت خدا کا یہ منظر دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئے اور ان میں جذبۂ توکل بہ خدا مضبوط ہونے لگا۔

یہ اسلام کا عنوان دفاع تھا جسے آنحضرتؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

صلح حدیبیہ

معرکۂ خندق اسلام اور رسول اسلامؐ کے خلاف کفار قریش کا آخری اقدام تھا۔ اس کے بعد وہ رسول اکرمؐ سے ڈرنے لگے تھے۔

قبیلہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے جو عہد شکنی کی تھی آنحضرتؐ نے اس سلسلہ میں بطور سزا انہیں پندرہ روز تک اپنے حصار میں رکھا۔ اس کے بعد حکومت اسلامی اور اسلامی معاشرے کو مضبوط کرنے کی فکر میں لگے رہے تاکہ اس کے ذریعہ دشمنان کو کمزور کیا جاسکے۔ اور تبلیغ اسلام زیادہ سے زیادہ پیمانہ پر کی جاسکے۔

اس اثناء میں آپ کو یہ خبر ملی کہ قریش اور خیبر کے یہودیوں کے درمیان مخفی معاہدہ طے پارہا ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ مناسب سمجھا کہ قریش سے مصالحت کرلی جائے تاکہ انہیں یہودیوں سے جدا کرلیا جائے اور ان سے مصالحت کے بعد اپنے سلسلۂ تبلیغ کو بعد از قریش سے ہٹ کر دوسرے قبائل میں نشر کرسکیں۔ نیز آپ نے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ قریش سے صلح کرنے کے بعد موسم حج میں اپنی تحریک اور تبلیغ کو آگے بڑھائیں۔ قریش اور تمام عرب چار اشہر حرم (ماہ ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب) کا احترام کرتے تھے اور اس زمانے میں قتل و قتال کو حرام جانتے تھے۔

جب موسم حج نزدیک ہوا تو آنحضرتؐ ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے چلے۔ آپ نے ذوالحلیفہ میں تلبیہ کہنا شروع کیا ہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ

لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ ۔ سب مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تلبیہ کہا۔ اس طرح آپ کے نکلنے کا انداز اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا آپ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے نہ کہ کشت و خون کے لئے ــــ تلواریں نیام میں تھیں قریش کے علاوہ دیگر قبائل عرب کو یہ اچھی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ آپ صرف حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اس اہم فریضہ کی بجاآوری کی دعوت دے رہے تھے۔

خلاصہ یہ کہ جب عرب بخوبی جان گئے کہ آنحضرتؐ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حج کے لئے مکہ آنا چاہتے ہیں اور اگر لڑنے کا ارادہ ہوتا تو یقیناً فوجی دستے ساتھ ہوتے۔ دیگر یہ کہ مسلمانوں کے علاوہ ان کفار کو دعوت حق نہ دیتے اور نہ انہیں بلاتے جو آپ سے اور آپ کی تحریک کے دشمن تھے۔

رسولؐ اسلام نے عرب کو حج کے لئے بلایا اور انہیں اپنے مقصد سے باخبر کیا نیز آپ قریش کے خلاف عام لوگوں کی رائے کو جمع کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ قریش نے آپ کو بیت اللہ الحرام کی زیارت سے روک دیا تھا۔

جب قریش کو رسول اکرمؐ کی اس طرح آمد کا علم ہوا تو وہ لوگ ڈر گئے کہ کہیں اس بہانہ سے پیغمبر اسلام مکہ میں داخل نہ ہو جائیں لہذا ان لوگوں نے آنحضرتؐ کو روکنے کے لئے ایک زبردست لشکر خالد بن ولید کی قیادت میں جمع کیا۔ چنانچہ وہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مکہ سے باہر نکل آئے

جب آنحضرتؐ نے سنا کہ قریش مقابلہ کرنے کے لئے مکہ سے نکل پڑے ہیں تو آپ اپنے اس ارادے پر باقی رہے جو آپ نے مدینہ سے ظاہر فرمایا (یعنی آپ قریش سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ حج بجالانا چاہتے تھے) اسی بنا پر آپ نے اپنے لشکر کا راستہ

بدل دیا اور ایک دشوار راستہ سے اپنے لشکر کے ساتھ بمقام حدیبیہ (جو پائین مکہ واقع ہے) پہنچ کر رک گئے۔

خالد بن ولید کو جب اس کا علم ہوا تو اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ گیا (صور من حیاۃ محمد ص ۱۵۲، سیرۃ دحلان ج ۲ ص ۱۸۵، سیرۃ ابن ہشام)۔ اور وہ مسلمانوں سے دفاع کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہوئے۔ لشکر کفار قریش اور لشکر اسلام کا آمنا سامنا ہوا، اور قریش مسلمانوں سے مقابلہ کرنے پر خائف تھے مگر وہ مسلمانوں کو ہر طرح سے مکہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہتے تھے۔

چند روز کے بعد قریش نے ایک وفد کو آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ پیغمبر اکرمؐ کے مکہ آنے کا مقصد اور دیگر صورت حال معلوم کرے۔ کچھ ہی دیر کی بات چیت کے بعد وفد اس نتیجہ پر پہنچا کہ آن حضرتؐ اور مسلمان صرف حج کے لئے آئے ہیں، لڑائی کے لئے نہیں۔

جب اس وفد نے لوٹ کر اپنی بات چیت سے قریش کو آگاہ کیا تو اراکین وفد پر خیانت کا اور رسول اسلامؐ سے ساز باز کرنے کا الزام لگایا گیا۔

قریش نے دوسرا وفد سردار قبائل کی قیادت میں بھیجا اور اس سے اس بات کی خواہش کی کہ جب تمہاری بات چیت مسلمانوں سے کمزور پڑے تو تم ان پر برہم ہو جانا۔

جب رسول اکرمؐ کو اس کے آنے کی خبر ملی تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ قربانی کے جانوروں کو وادی میں آزاد کر دیں۔ پس جب سردار قریش نے ان جانوروں کو دیکھا جن کی گردن میں ہار پڑے ہوئے تھے ــ اس زمانہ میں عرب کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اس جانور کی گردن میں ہار ڈالتے تھے جس کو وہ خانہ کعبہ کے پاس قربانی کے لئے جاتے تھے۔ اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان لباس احرام میں تھے، اور ان پر آثار

سفر نمایاں تھے اور وہ ذکر خدا میں مشغول تھے۔ پس یہ سب دیکھ کر وہ اس قدر متاثر ہوا کہ جلالت و عظمت رسول کے پیش نظر بغیر آنحضرتؐ سے ملے واپس ہوگیا۔ پس قریش سے مخاطب ہو کر کہا۔ آگاہ ہو جاؤ! بخدا ہم تمہارے ساتھ اس پر قسم نہیں کھا سکتے کہ تم اس شخص کی راہ میں حائل ہو جاؤ جو اپنے فریضہ حج کی ادائیگی کی غرض سے عظمت خانہ خدا کو پیش نظر رکھتے ہوئے مکہ آنا چاہتا ہے۔ (سیرۃ الرسول مولف سید محسن امین عاملی، صلح حدیبیہ) اور کہا کہ یقیناً آنحضرتؐ اور ان کے اصحاب کو حج کرنے کی اجازت دے دینا چاہئے۔ اگر تم لوگوں نے اجازت نہ دی تو وہ میدان جنگ میں تمہارے مقابلہ پر اتر آئیں گے

اس کے بعد قریش نے عروۃ بن مسعود ثقفی کو اسی غرض سے پیغمبر اکرم کی خدمت میں بھیجا تو آنحضرتؐ نے اسے سمجھایا کہ ہم صرف حج بیت اللہ کے لئے آئے ہیں لڑنے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ عروہ کی نگاہیں اس بات کا اندازہ لگا رہی تھیں کہ مسلمان آنحضرتؐ سے کس درجہ محبت کرتے اور ان کی کس قدر اطاعت کرتے ہیں۔ جب وہ لوٹا تو اس نے کہا بخدا کونسی قوم ایسی (مسلمان کی طرح) ہو سکتی ہے! میں مختلف بادشاہوں کے دربار میں پہونچا ہوں میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہو چکا ہوں میں نے کسی بھی بادشاہ کے مصاحبوں کو اس طرح بادشاہ کی تعظیم کرتے ہوتے نہیں دیکھا جس طرح اصحاب محمدؐ، محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں۔ جب وہ انہیں کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً بجا لاتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان سے اس عمل کی تاسّی کرنے میں ایک دوسرے پر اس طرح سبقت سے کام لیتے ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہوگا کہ کسی چیز کے حصول میں باہم نزاع کر رہے ہیں، جب وہ محمدؐ سے بات کرتے ہیں تو ان کا لب و لہجہ آہستہ اور نرم رہتا ہے اور انتہائے احترام میں ان کی نگاہیں جھکی رہتی ہیں اور جب محمدؐ ان سے کوئی ہدایت کی بات کرتے ہیں تو وہ اسے خندہ پیشانی

کے ساتھ قبول کرتے ہیں (صور من حیاۃ محمد ص ۱۵۹، بحار ج ۲۰، غزوہ حدیبیہ و بیعۃ الرضوان)

پھر آنحضرت نے اپنی طرف سے قریش کے پاس خراش خزاعی کو قاصد بنا کر بھیجا۔ مگر قریش نے ان کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ قریش نے ان کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں اور انہیں قتل کرنا ہی چاہتے تھے کہ سردار احابیش نے انہیں بچالیا۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے قریش کی طرف سے عثمان بن عفان کو بھیجا جب ان کے چچازاد بھائی ابان بن سعید بن عاص نے انہیں اپنے یہاں پناہ دی۔ تو یہ مکہ میں داخل ہوئے۔ پس عثمان نے قریش سے آنحضرتؐ کے مکہ آنے کی نیت واقعی بتلائی کہ آنحضرت صرف حج کی خاطر تشریف لائے ہیں کوئی اور بات نہیں ہے۔ لیکن قریش گمراہی و بدگمانی پر اڑے رہے۔ عثمان کو تین دن تک محفوظ رکھا۔ قریش نے نے مسلمانوں میں خبر پھیلادی کہ عثمان کو قتل کر ڈالا گیا ہے۔

ایسی صورت میں آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جہاد کے لئے آمادہ کیا۔ اور ان سے بیعت لی مسلمانوں نے بیعت کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کی۔ اس کے بعد اسلحہ زیب تن کر کے جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اس بیعت کو تاریخ میں "بیعت الرضوان" سے یاد کیا جاتا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان در تفسیر سورہ فتح) خداوند عالم نے بیعت کرنے والوں کی قرآن میں اس طرح مدح فرمائی۔ "لَقَدْ رَضِيَ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ ..." (فتح ۱۸) جس وقت مومنین تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے (اس بات پر) ضرور خوش ہوا غرض جو کچھ ان کے دلوں میں تھا خدا نے اسے دیکھ لیا پھر ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں اس کے عوض میں بہت جلد فتح عنایت کی۔

جب قریش تک یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر

اپنے لفظوں کو بیچ دیا ہے۔ یعنی جنگ کے لئے رسولؐ کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے تو وہ اس کے نتائج سے بہت خوف زدہ ہوئے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ یہ بیعت مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کر دے گی اور دیگر یہ کہ قریش سابقہ جنگوں میں مسلمانوں کی دلیری اور ان کے حوصلوں کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ناچار ہو کر سہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا آنحضرتؐ اور سہیل میں کافی دیر تک بات چیت کے بعد اس بات پر مصالحت ہوئی کہ ایک صلح نامہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ترتیب دیا جائے۔

آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ طرفین کے معاہدے کو تحریر کریں چنانچہ آنحضرتؐ خود شروط اتفاق لکھوانا شروع کئے۔

رسول اکرمؐ :۔ یا علیؑ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو۔

سہیل :۔ (نمائندہ قریش) رک جایئے اس لئے کہ میں رحمٰن و رحیم کو نہیں پہچانتا ہوں لہٰذا بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھئے۔

رسول اکرمؐ :۔ (یا علیؑ) بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھئے۔

رسول اکرمؐ :۔ لکھو کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس کی رو سے محمد رسول اللہ سہیل بن عمرو سے صلح کر رہے ہیں۔

سہیل :۔ رک جایئے۔ اگر میں آپ کو خدا کا رسول مانتا تو آپ سے کیوں جنگ کرتا لہٰذا آپ کا اور آپ کے والد کا نام لکھئے۔

رسول اکرمؐ :۔ (یا علیؑ) اس طرح لکھو کہ یہ معاہدہ ہے جس کے تحت محمد بن عبداللہ صلح کر رہے ہیں۔ پھر آپ نے معاہدے کے شروط لکھے اور وہ یہ تھے (بحار ج۲۰ صفحہ ۳۵۲ ، صور من حیاۃ محمد ، صلح حدیبیہ)

۱۔ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان معاہدہ کی مدت دس سال ہوگی۔
۲۔ اگر کفار قریش میں سے کوئی مسلمان ہو جائے اور قریش کی بغیر اجازت آنحضرتؐ سے آ ملے تو آن حضرتؐ اُسے قریش کی طرف لوٹا دیں گے اور جو مسلمان اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور قریش سے جا ملے تو قریش اسے آنحضرت کی طرف نہیں لوٹائیں گے۔
۳۔ جو (حضرت محمدؐ) سے عہد و پیمان کرنا چاہے تو اس پر کوئی مضائقہ نہیں (اسے اس کا اختیار ہوگا) اور جو قریش سے معاہدہ کرنا چاہے تو اس میں اسے پوری پوری آزادی رہے گی۔
۴۔ (حضرت) محمدؐ اور مسلمان مکہ سے لوٹ جائیں اور وہ آیندہ سال موسم حج میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے اس شرط کے ساتھ آئیں کہ صرف تین دن مکہ میں قیام کریں اور ان کے ساتھ ایسی تلواریں ہوں گی جو نیام میں رہیں گی۔

آنحضرتؐ اور سہیل دونوں نے اس معاہدے پر دستخط کیں قبیلہ خزاعہ آگے بڑھے اور آنحضرتؐ کا ساتھ دینے پر حلف اٹھایا اور بنی بکر کا ساتھ دینے کے لئے حلف اٹھایا۔

اس صلح پر بعض مسلمانوں نے اعتراض کیا خاص کر عمر بن خطاب نے جب اس معاملہ میں آنحضرت کی نرمی دیکھی تو یہی چیز ان کے اعتراض کا باعث ہوئی، حالانکہ وہ صلح کے راز پر غور نہیں کر رہے تھے۔ اعتراض کرنے والے اپنے موقف پر باقی رہے یہاں تک کہ بعد صلح حدیبیہ سورہ فتح نازل ہوا جس میں فلسفہ صلح کی وضاحت کی گئی کہ یہ صلح مومنین اور ان کی تبلیغ کے لئے ایک کھلی ہوئی کامیابی ہے، یقیناً اس صلح کا اسلام پر بہت بڑا اثر پڑا اور تحریک اسلامی کو پیش رفت کا بہترین موقع ملا۔ (صور من حیاۃ محمد، صلح حدیبیہ)۔

چنانچہ مسلمانوں کو قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کو دعوت اسلام دینے اور حکومت اسلامی کی جڑیں مضبوط کرنے اور معاشرے کے نوجوانوں کو ان سختیوں سے نجات دلاکر آزادی فکر دینے کا موقع ملا جن سختیوں میں قریش نے مسلمانوں کو مبتلا کیا تھا جیسے قریش وقفہ وقفہ سے جنگ چھیڑ دیتے تھے۔

اس صلح کے بعد لوگوں کو عام طور پر اسلام کے متعلق غور و فکر کرنے کا موقع ملا اور عمومی طور پر عرب متاثر ہونے لگے اور مومنین آزادانہ طور پر گھر گھر پہنچ کر دعوت اسلام دینے لگے۔

صلح کے بعد مسلمانوں کو یہودیوں سے کھل کر مقابلہ کرنے کا موقع ملا چنانچہ آنحضرتؐ صلح حدیبیہ کر کے لوٹے اور چند ہی دن گذرے تھے کہ یہودیوں سے جنگ ٹھن گئی جسے جنگ خیبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے یہ بعض فوائد تھے جنھیں ہم نے ذکر کیا۔ جو تبلیغ اسلام کے لئے بڑے کارآمد ثابت ہوئے۔

شاہان وقت کو دعوت اسلام

تحریک اسلامی اپنی حقانیت کے ساتھ حدود مکہ و مدینہ سے آگے بڑھ کر مختلف ممالک تک پہنچی اور عالم انسانیت کو بیدار کی۔ کیونکہ پیغام الٰہی ایک ایسا جامع پیغام ہے جو حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے ایسا نہیں ہے کہ اس میں صرف حیات انسانی کے ایک پہلو کی خوبیوں اور خامیوں کو پیش نظر رکھا گیا ہو اور دوسرا پہلوئے حیات نظرانداز کر دیا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ پیغام اسلام

کی جامعیت صرف اس بناء پر ہے کہ اسلام نے اپنے دستور عمل میں انسان کے فطری تقاضوں اور اس کے تمام ضروریات زندگی کو بحسن و خوبی پورا کرنے کی رہنمائی کی ہے۔ شاید نص قرآن اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ "فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا...." (روم ۳۰) (اے رسول) تم باطل سے کترا کے اپنا رخ دین کی طرف کئے رہو یہی خدا کی بناوٹ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی (درست کی ہوئی) بناوٹ میں (کوئی تغیر) تبدیل نہیں ہو سکتا۔ یہی مضبوط اور (بالکل سیدھا) دین ہے، مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں۔"

پس اسلام دین فطرت ہے اور اس کے احکام میں فطرت بشر کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے، بلکہ انسان کے جائز مطالبات کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔

جس طرح اسلام اپنی حقانیت کی بدولت سرزمین مکہ میں پھیلا اور مکہ کے کون و مکان نور اسلام سے منور ہو گئے، نیز مکہ والوں نے قانون اسلام پر عمل کر کے اپنے مادیات و معنویات کی اصلاح کی اسی طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ جب پیغام اسلام دیگر ممالک میں پہنچا تو وہاں بھی عالم البشریت حقانیت اسلام سے متاثر ہوا اور لوگ اسلام سے ایسے ہی بہرہ مند ہوئے جس طرح مکہ والے ہوئے تھے کیونکہ اسلام اور رسول اسلام صرف سرزمین مکہ سے مخصوص نہ تھے، جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ۔ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔" (انبیاء ۱۰۷) (اے رسول) ہم نے تم کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔" (سبا ۲۸) "(اے رسول) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے جنت کی بشارت دینے والا، اور جہنم سے ڈرانے والا، بنا کر بھیجا۔ اسی طرح کئی سوروں میں بار بار یا ایہا الناس سے خداوند عالم نے خطاب کر کے یہ

واضح کر دیا کہ اس کا پیغام سب لوگوں کے لئے ہے۔ لہذا بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کا بنیادی مقصد عالمی سطح پر انسانوں کی ہدایت کرنا ہے۔ چنانچہ ابتدائے تبلیغ ہی پر ہم جب غور و فکر و تحقیق سے کام لیتے ہیں تو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دعوت اسلام میں کسی بات کا امتیاز نہیں کیا گیا۔ خواہ انسان کسی خطہ ارض میں رہتا ہو یا کسی بھی قوم و قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر وہ اسلام قبول کرے تو پھر دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہر منزل و ہر مقام پر شانہ بہ شانہ رہے گا۔ کسی کو کسی طرح کا امتیاز نہیں۔ چنانچہ اسلام نے امیر و غریب، سفید و سیاہ، عربی و عجمی کے فرق کو مٹا دیا بلکہ گویوں کی صف میں جہاں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ وہیں عمار و بلال حبشی، صہیب رومی و مصعب بن عمیر بھی۔

اسلام بعد ہجرت اپنے نئے ذرائع تبلیغ سے عالمی سطح پر پھیلنے لگا۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب مسلمانوں اور مشرکوں میں سلسلۂ جنگ ختم ہو گیا تو قریش کے علاوہ دوسرے عربوں تک دین اسلام پہنچانے کا نہ صرف موقع ملا، بلکہ حکومت اسلامی کو دوسری حکومتوں سے (وہ چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی) روابط قائم کر کے وہاں رہنے والے انسانوں تک پیغام الہی پہنچانے کا بھی موقع ملا۔

چنانچہ آنحضرتؐ نے مبلغین کو عرب کے مختلف قبائل کی طرف روانہ کیا جنہوں نے لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ نیز آپ نے مختلف ممالک کے سربراہوں، بادشاہوں کے نام نامے روانہ کئے۔ جس میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی چنانچہ آپ نے قیصر بادشاہ روم، کسریٰ بادشاہ فارس، مقوقس (مصری) قبطیوں کے سردار، نجاشی شاہ حبشہ، حارث غسانی حاکم دمشق، حارث حمیری حاکم صنعاء (پایہ تخت یمن)، امیر عمان فرمانروائے بحرین، حکمران یمامہ کے نام خطوط بھیجے۔

شاہان مملکت نے جو جوابات... دیے وہ درج ذیل ہیں۔

قیصر:۔ (جب آنحضرتؐ کا نامہ اس تک پہنچا تو) اس نے یہ بات اُمرائے روم کے سامنے پیش کی۔ سب نے آنحضرتؐ کے نامہ کی بے حرمتی کی اور اسے پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی شاہ روم نے بھی اپنی بیزاری کا اعلان کیا۔ پس اس کی بات اسی حد تک رہی (یعنی اس نے اسلام قبول نہیں کیا)

کسریٰ:۔ کسریٰ نے آنحضرتؐ کے خط کو پارہ پارہ کر دیا اور اپنے گورنر باذان دجو یمن میں مقرر تھا) کو لکھا کہ وہ کچھ لوگوں کو آنحضرتؐ کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجے اور ان کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دے۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا، اور اپنے دو خاص ایلچیوں کو روانہ کیا۔ جب یہ دونوں آنحضرتؐ سے ملے تو انہیں آنحضرتؐ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آنحضرتؐ نے ان دونوں سے فرمایا کس نے تم کو اس کا (میرے گرفتار کرنے کا) حکم دیا۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہمارے مالک و مختار یعنی کسریٰ نے آنحضرتؐ:۔ اپنے حاکم یعنی باذان تک یہ بات پہنچا دو کہ میرے رب نے تمہارے رب کسریٰ کو اس شب قتل کر دیا ہے۔

دونوں واپس ہوئے اور باذان کو اس کی خبر دی۔ تھوڑی دیر میں باذان کو یہ خبر ملی کہ کسریٰ مرگیا۔ (آنحضرتؐ کی صداقت سے وہ متاثر ہو کر) مسلمان ہو گیا، اور اس کے ساتھ ہی وہ فارس کے رہنے والے بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے جو یمن میں مقیم تھے۔ (بحار، ج ۲، باب مراسلات النبیؐ الی الملوک، صور من حیاۃ محمدؐ، مولف امین دویدار)

نجاشی:۔ اس کے پاس جب آنحضرتؐ کا گرامی نامہ پہنچا تو تخت شاہی سے اتر کر احترام رسول میں خاک نشین ہو گیا اور خط کو آنکھوں سے لگایا۔ پھر اس کے جواب میں آنحضرتؐ کو خط لکھتے ہوئے اسلام و قرآن پر اپنے ایمان

لانے کا ذکر کیا۔

رئیس قبط:۔ آنحضرت کے نامہ کی آمد پر فخر کرنے لگا اور اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا اور نامہ بر کا اکرام کیا۔ جواب میں اپنے نامہ کے ساتھ دو کنیزیں، ایک خچر اور ایک لباس بطور ہدیہ روانہ کیا۔ ان دو کنیزوں میں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جن سے آنحضرتؐ نے تزویج فرمائی۔

حارث غسانی (حاکم دمشق):۔ اس نے آنحضرت کے نامہ کی توہین کی اور اسے پھینک دیا آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کرتے ہوئے اس سلسلہ میں قیصر کی مدد کرنا چاہا۔ مگر قیصر نے اس بارے میں اس کا ساتھ نہ دیا۔

بادشاہ یمامہ:۔ اس نے آنحضرتؐ کو جواب دیا کہ میں اس شرط کے ساتھ آپ پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ میری حکمرانی میں مدد کریں، تو آنحضرتؐ نے اس پر لعنت کی۔

شاہ صنعا:۔ آنحضرتؐ کا گرامی نامہ پہنچتے ہی حارث حمیری حاکم صنعا، اسلام لایا۔

خلاصہ یہ کہ عہد رسول کے بادشاہوں کے جوابات مختلف تھے، بعضوں نے گستاخانہ جواب دیا اور بعض انتہائی احترام کے ساتھ جواب دیئے (بحوالہ گذشتہ نیز در فقہ السیرۃ غزالی)

آنحضرتؐ کی سیرت سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے خط و کتابت کو بھی ذرائع تبلیغ میں شامل فرمایا تھا۔ گویا کہ رسول اکرمؐ نے اپنے خطوط سے مسلمانوں کے لئے انداز تبلیغ کی ہدایت کر دی کہ کس طرح آئندہ بعد رسولؐ دور دراز شہروں اور ملکوں میں تحریر کے ذریعہ اشاعت اسلام ہونی چاہئے۔

فتح مکہ

جس وقت آنحضرتؐ اور قریش کے درمیان اطمینان بخش تعلقات قائم ہوئے اور بنی بکر نے قریش کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا تو قریش نے اپنے اس اقتصادی مرکز کو دوبارہ تجارتی ذرائع سے مستحکم کیا جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کئی سال کی جنگوں کی وجہ سے متاثر ہو چکا تھا اور مسلمان رسول اللہؐ کی قیادت میں حتی الامکان پیغام الٰہی کو دوسرے لوگوں تک اور دور دراز علاقوں تک بڑی جاں فشانی کے ساتھ پہنچاتے رہے۔

فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کو داخلی معاملات مستحکم کرنے اور جزیرۃ العرب میں حکومت اسلامی کو مضبوط کرنے اور یہودیوں کے شر سے محفوظ رکھنے کا موقع ملا نیز حکومت اسلامی کا دوسری حکومتوں سے رابطہ قائم ہوا۔ مگر یہ کہ قبیلہ خزاعہ اور بنی بکر میں لڑائی شروع ہو گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی بکر سے جب آنحضرتؐ کی ایک آدمی نے ہجو کی اور اسے خزاعہ کے ایک آدمی نے سن لیا تو اس نے گستاخی کرنے والے کو قتل کر دیا۔ (صور من حیاۃ محمد ص ۵۳، بحار باب فتح مکہ ج ۲۱) پس دونوں قبیلوں کے درمیان جو پرانی دشمنی تھی وہ تازی ہو کر جنگ چھڑ گئی، بنی بکر نے قریش کا سہارا لے کر خزاعہ پر حملہ کیا۔ اس میں کافی آدمی مارے گئے، خزاعہ نے عمرو بن سالم (ان کے بزرگوں میں سے ایک تھا) کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں بھیجا، اور نصرت

طلب کیا۔ عمرو نے آنحضرت کے سامنے قریش کی ان غداریوں کا ذکر کیا جو انہوں نے خزاعہ کے خلاف کیں۔ عمرو نے مسجد نبی میں داخل ہوتے وقت کچھ شعر کہے آنحضرتؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ نے عمرو سے فرمایا ہ اے عمرو تو نے نصرت کی ۔ اس کے بعد عمرو یہ کہتے ہوئے آنحضرتؐ کے گھر میں داخل ہوا ۔ اگر میں نے خزاعہ کی مدد نہ کی تو پھر کیا نصرت کیا ۔ ؟

جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو وہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں سے کافی ڈر گئے پس انھوں نے اس امر کی روک تھام کرنے اور اس عہد نامہ کو تقویت دینے جو مسلمانوں کے ساتھ طے پایا تھا۔ ابوسفیان کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا۔ جب ابوسفیان مدینہ میں داخل ہوا تو آنحضرتؐ کو اس کے آنے کا مقصد اور صورت حال کی تفاصیل کا پورا پورا علم ہوگیا چنانچہ جب ابوسفیان نے آنحضرتؐ سے یہ کہا کہ مدت صلح نامہ بڑھائی جائے تو آنحضرتؐ نے اس کی بات ٹھکرادی اور اس کی مکروفریب سے بھری باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

اس کے بعد ابوسفیان آنحضرتؐ کے موقف میں تبدیلی لانے کے لئے اصحاب رسولؐ کا سہارا لیا۔ پس وہ ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے بات چیت کیا۔ ابوبکر نے اس کی بات ٹھکرادی ، پھر وہ عمر بن خطاب سے ملا تو عمر نے بھی اس کی بات نہ مانی ۔ اس کے بعد وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ زوجۂ رسول اسلامؐ کے پاس گیا اور جیسے ہی وہاں بیٹھنے کا ارادہ کیا تو ام حبیبہ یہ کہتے ہوئے فرش کو لپیٹ دیں کہ یہ بستر رسول اللہؐ کا ہے ۔ تم اس پر نہیں بیٹھ سکتے اس لئے کہ تم میں شرک کی نجاست موجود ہے ۔ ان کے پاس سے نکل کر وہ

حضرت فاطمہؑ کے پاس گیا تو آپ نے بھی اس کی بات کو بُری طرح ٹھکرا دیا۔
اس کے بعد اس نے علیؑ ابن ابیطالبؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بات پیش کی تو آپ نے فرمایا "رسول اللہؐ نے جس امر (یعنی جنگ) کا ارادہ فرمایا ہے ہم اس کے خلاف کچھ سوچ بھی نہیں سکتے"۔

(سیرۃ الرسولؐ مولف سید محسن امین عاملی فتح مکہ)

ابوسفیان جب (ہر طرف سے) مایوس ہوا تو مدینہ کی طرف نامراد لوٹا۔ پس آنحضرتؐ نے جنگ کی تیاری شروع کی اور مسلمانوں کو بھی جنگ کے لئے آمادہ رہنے کا حکم دیا اور بارگاہ احدیت میں یہ دعا کی "خدایا! قریش کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے اور ان کے شر ور سے محفوظ رکھ کیونکہ ان کی سرکشی ان کے شہروں میں ظاہر ہو چکی ہے"۔

(سیرۃ الرسولؐ مولف سید محسن امین فتح مکہ)

آنحضرتؐ کی قیادت میں لشکر چلا۔ اس کی تعداد ۱۰ ہزار تک تھی۔ لشکر جب رات کے وقت مکہ سے قریب پہنچا تو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ ہر مسلمان کچھ آگ روشن کرے تا کہ رات بھر فضائے صحرا ہمارے اطراف روشن رہے۔

اسی رات ابوسفیان اور بعض قریش مکہ سے باہر مسلمانوں کی ان ترکیبوں کے بارے میں سرگرم گفتگو تھے جو قریش کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں کیونکہ آنحضرتؐ اور مسلمان اپنے اقدام کو مخفی رکھے تھے اور قریش کے بغیر علم میں لائے مکہ میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ جیسا کہ یہ بات پیغمبر اکرمؐ کی دعا سے واضح ہوئی (جو گذر چکی)

ابوسفیان اور اس کے ساتھی اس آگ سے پریشان تھے جو اس

شب صحرا میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ لوگ صرف قیاس آرائیاں کر رہے تھے اور انہیں حقیقی صورت حال کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ جناب عباس بن عبدالمطلب رات کو قریش میں سے ایک آدمی سے گفتگو کرنے نکلے اور اس سے مسلمانوں کی آمد اور ان کی طاقت کے اندازے کو معلوم کر سکیں تا کہ قریش، پیغمبر اکرمؐ کے پاس اس سے پہلے ہی حاضر ہو کر امان حاصل کر لیں کہ آنحضرتؐ ان کے پاس لشکر کے ساتھ ہتھیار سے لیس آئیں اور پھر قریش مقابلہ سے عاجز رہیں۔

جناب عباسؓ نے ابوسفیان کی آواز اس وقت سنی جب کہ وہ اپنے ساتھیوں سے اس آگ کے بارے میں بات چیت کر رہا تھا جو صحرا میں پھیلی ہوئی تھی۔ جناب عباسؓ نے ابوسفیان کو آواز دی۔

جناب عباس : اے ابوحنظلہ!

ابوسفیان : اے ابوالفضل (کنیت جناب عباس)، کیا تم نے مجھے آواز دی؟

جناب عباسؓ : ہاں

ابوسفیان : تم پر میرے ماں، باپ فدا۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے پیچھے کیا ہے؟

جناب عباس : یہ رسولؐ ہیں۔ اب یہ اس چیز کو میدان میں لائے ہیں جس کا تم نے اندازہ نہ کیا تھا۔ یعنی وہ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے ہیں۔ (المیزان جلد ۲۰ تفسیر سورۂ نصر، بحار جلد ۲۱ فتح مکہ)

ابوسفیان : پس تم کیا حکم دیتے ہو؟

جناب عباس : تم (میرے) اس ناقہ کے پیچھے سوار ہو جاؤ میں تمہارے لئے

امان طلب کروں گا۔ ابوسفیان اسی ناقہ کی پشت پر سوار ہوگیا ۔۔۔ دونوں آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور جناب عباس نے جب آنحضرتؐ سے ابوسفیان کے لئے امان طلب کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا "جاؤ ہم نے اسے صبح تک کے لئے امان دی" (بحوالہ گذشتہ)

صبح جناب عباس ابوسفیان کے ساتھ آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا "وائے ہو تجھ پر اے ابوسفیان! کیا اب بھی تیری سمجھ میں نہیں آیا کہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کیا ہے؟ ۔۔۔

ابوسفیان: میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ کس چیز نے آپ کو اس مقام و منزلت تک پہنچایا، آپ کو بزرگ کیا، رحم دل بنایا اور بردبار کیا بخدا میں گمان کرتا ہوں کہ اگر خدائے واحد و یکتا کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہوتا تو وہ جنگ بدر میں (ہماری کامیابی کے لئے) کافی ہوتا۔

آنحضرتؐ: وائے ہو تجھ پر اے ابوسفیان کیا اب بھی تیری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں خدا کا رسولؐ ہوں۔

ابوسفیان: میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ یہ وہ بات ہے جس میں مجھے کچھ تردد ہے۔

جناب عباس: وائے ہو تجھ پر اے ابوسفیان! اس سے قبل کہ تیری گردن ماری جائے کلمہ شہادت حق اپنی زبان پر جاری کر (بحوالہ گذشتہ)

پس اس طرح ابوسفیان تلواروں کے سایہ میں بدبختی کے ساتھ اپنی زبان پر کلمہ شہادتین جاری کیا۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے جناب عباس سے فرمایا کہ اے عباس!

اسے گھاٹی میں روکے رہو یہاں تک کہ اس کے سامنے سے لشکر خدا گذر جائے۔ (المیزان جلد ۲۰ تفسیر سورۂ نصر) لشکر خدا یکے بعد دیگرے ابوسفیان کے سامنے سے گذرا ـــ وہ لشکر کامیابی جس کے قدم چوم رہی تھی اور جس کا تکیہ خدا کی ذات پر تھا ـــ جس کی زبان پر تکبیر و تہلیل و شکر خدا تھا یہاں تک کہ جب وہ لشکر گذرا جس میں خود آنحضرتؐ، مہاجرین و انصار کے ساتھ شامل تھے تو ابوسفیان نے جناب عباس سے اس لشکر کے متعلق پوچھا ـ تو جناب عباس نے جواب دیا ہاں یہ لشکر رسولؐ ہے اور اس میں مہاجرین و انصار بھی ہیں۔

ابوسفیان : اے ابوالفضل (عباس) تمہارا بھتیجہ تو ایک عظیم بادشاہ ہو گیا ـــ

جناب عباس : ابوسفیان کو ڈانٹتے ہوئے کہا یہ تو نبوت ہے ـــ تو ابوسفیان نے کہا اچھا ! ایسا ہے !۔

حکیم بن حُزام، بدیل بن ورقاء آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی زبان پر کلمۂ شہادتین جاری کئے اور آپ کے دست اقدس پر بیعت کئے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے ایک بیان صادر فرمایا جس میں قریش کے لئے اس طرح اعلان امان تھا جو خانۂ ابوسفیان (جو انتہائے مکہ میں واقع تھا) میں داخل ہوگا اُسے امان ہے ـــ جو حکیم بن حزام کے گھر (جو پائین مکہ میں موجود تھا) داخل ہو جائے گا اُسے امان ہے ـــ (بحار جلد ۲۱ ر فتح مکہ، حیاۃ محمد مولف محمد حسین ہیکل در بیان فتح مکہ) پھر آپ نے

ابوسفیان اور حکیم کو حکم دیا کہ اس عام امان کا اعلان قریش کے سامنے کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے مکہ کا رخ کیا اور لشکر اسلام کو مکہ کے اطراف متعین فرمایا تاکہ مشرکین کی طرف سے کئے جانے والے ہر ممکنہ حملہ اور تباہی کا سدباب کیا جا سکے۔

حضرت رسول اکرمؐ کو اس کا پورا پورا لحاظ تھا کہ قطرۂ خون بھی بلا وجہ بہایا نہ جائے چنانچہ آپ سعد بن عبادہ ــــ جو ایک دستہ کی قیادت کر رہے تھے ــــ کو معزول کر دیئے کیونکہ سعد قریش کو ڈرا دھمکا رہے تھے اور انھیں لڑنے پر ابھار رہے تھے ــــ چنانچہ اس موقع پر انھوں نے جو کچھ کہا اس میں سے ایک شعر ان کے جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا جس کا مفہوم یہ تھا "آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے اور آج ناموس دشمن کو قید کرنے کا دن ہے" (سیرۃ دحلان ص۸۶، المیزان جلد ۲۰، تفسیر سورۂ نصر)

آنحضرتؐ نے علم جنگ حضرت علیؑ کو دیا ــ حضرت علیؑ علم کو لے کر مکہ میں اس انداز سے داخل ہوئے کہ کوئی متاثر نہ ہوا اور کسی کے جذبات میں تلاطم آ گئے۔ (بحار جلد ۲۱ فتح مکہ، السیرۃ النبویہ دحلان ص۸۷، المیزان جلد ۲۰، تفسیر سورۂ نصر)

پیغمبر اکرمؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے دروازے پر ٹھہر کر یہ دعا کی "سوائے خدا کوئی معبود نہیں وہ واحد و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ــ اس نے سچا وعدہ کیا اور اپنے بندے کی مدد کی ــ لشکر دشمن کو شکست دیا ــ ہر طرح کا نشان باطل یا زور باطل یا مال جو کچھ بھی تھا خدا نے وہ سب میرے زیر قدم کر دیا ــ البتہ خدمت کعبہ اور حاجیوں کو سیراب

کرنا ان کی خدمت اپنے مقام پر باقی رکھا"۔

پھر آپ نے فرمایا "اے گروہ قریش! خدا نے تم سے جاہلیت کے غرور کو اور باپ دادا پر بیجا فخر و مباہات کرنے کو ختم کر دیا۔ سب لوگ آدمؑ سے ہیں اور آدمؑ کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا (جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے) "اے لوگو! ہم نے ایک مرد اور ایک عورت سے تم کو پیدا کیا۔ تم کو مختلف گروہوں اور قبیلوں میں قرار دیا تاکہ تم (ایک دوسرے کو) پہچان سکو۔ خدا کے نزدیک وہ یقیناً مکرم ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ خدا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے"۔ (حجرات ۱۳)

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے گروہ قریش! تم (میرے تعلق سے) کیا کہتے ہو اور اس بارے میں کیا گمان کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟۔ انھوں نے کہا (آپ ہم سے) نیک سلوک کرنے والے ہیں اور ہم آپ کو اپنا مہربان بھائی اور بھتیجہ پاتے ہیں۔ تب آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا میں تم سے وہی کہوں گا جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا "تم پر کچھ الزام نہیں، خدا تمہارے گناہ معاف فرمائے وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (یوسف ۹۲) جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (بحار جلد ۲۱ فتح مکہ سور من حیاۃ محمدؐ، فتح مکہ) اسی اعلان کے ساتھ رسول اکرمؐ نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا اور نفوس پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد آنحضرتؐ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑنے اور ان (دو) تصویروں کو مٹا دینے آگے بڑھے جو دیوار کعبہ میں ایک کپڑے پر بنی ہوئی تھیں۔ اور آپ نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ جہاں بت نظر آئیں توڑ دیں

اس وقت آپ نے اس آیہ کی "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ....." حق آگیا باطل مٹ گیا یقیناً باطل تو مٹنے والا ہی تھا" تلاوت فرمائی۔ (بنی اسرائیل ۸۱)

حضرت علیؑ نے رسول اکرمؐ کے ساتھ بت شکنی میں نمایاں حصہ لیا کیونکہ جب قبیلۂ بنی خزاعہ کے بت کے سوائے کوئی بت کعبہ پر باقی نہ رہا تھا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اس کے توڑنے کا حکم دیا۔ آنحضرتؐ نے جب حضرت علیؑ کو اپنے شانوں پر بلند کیا تو حضرت علیؑ نے اس بت کو سرنگوں کیا اور اُسے زمین کی طرف پھینک دیا۔

(تفسیر کشاف از زمخشری، در تفسیر آیۂ جَاءَ الْحَقُّ ....)

اسی روز عظیم نماز ظہر کے بعد مردوں اور عورتوں نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ان سب واقعات کے ساتھ ہی مشرکین کی ہمتیں پست ہو گئیں و نیز ان کے سارے قلعے ٹوٹ گئے۔ جن میں زیادہ تر انتہائی مضبوط اور پتھر سے بنے ہوئے تھے اور ان واقعات کی بدولت مسلمانوں اور تبلیغ اسلام کو ایک زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔ کیونکہ اس کی بدولت مکہ کو دوبارہ دارالاسلام بنانے کا موقع ملا۔

تسلسل نصرت خدا

جب نصرت خدا سے مسلمانوں نے فتح مکہ کیا اور جب مسلمانوں کی خبر کامیابی قبیلۂ ہوازن تک پہونچی تو اس کے سردار نے مسلمانوں کی روک تھام کیلئے ایک زبردست لشکر ترتیب دیا ___ آنحضرتؐ کو جیسے ہی اطلاع ملی کہ ہوازن مسلمانوں کے خلاف تیاریاں کر رہے ہیں تو آپ نے بارہ (۱۲) ہزار مجاہدوں کے ساتھ ان پر چڑھائی کا حکم دیا ___ قبیلۂ ہوازن نے لشکر اسلامی سے مقابلہ کے لئے نہ صرف اپنی راہیں مضبوط کرلی تھیں بلکہ اپنے ٹھکانوں کو بھی حُنین کی پہاڑیوں پر دہانۂ وادی سے قریب بنا رکھا تھا جیسے ہی مسلمان ان کی طرف بڑھے انہوں نے تیروں سے حملہ شروع کیا ___ مسلمانوں پر خوف طاری ہوا اور انھیں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ___ سب اُلٹے پاؤں بھاگنے پر تیار ہو گئے اور کسی طرح وہ میدان میں نہ ٹک سکے ___ رسول خداؐ کے ساتھ سوائے حضرت علیؑ (ع)، عباس بن عبد المطلب، بنی ہاشم کے بعض افراد، اُسامہ بن زید اور ایمن بن عبید کے اور کوئی نہ رہا ___ (سیرۃ الرسولؐ مولف سید محسن امین منقول از سیرۃ حلبیہ، معارف مولف ابن قتیبہ، المیزان جلد ۱۰ ار تفسیر آیہ ۲۵ ر توبہ و ایضاً در بحث روائی) ___ حالانکہ رسول اکرمؐ مسلمانوں کو مسلسل بلا رہے تھے کہ "اے لوگو! میری طرف آؤ، میں خدا کا رسول ہوں، محمد بن عبداللہ ہوں (سیرۃ الرسول ص ۱۲۷ مولف سید محسن امین، سیرۃ دحلان ص ۱۱ بالفاظ دیگر) مگر کسی نے آپ کی آواز پر جواب نہ دیا۔ کچھ دیر بعد آنحضرتؐ نے اپنے چچا جناب عباس (جن کی آواز بلند تھی) کو حکم دیا کہ مسلمانوں

کو بلائیں اور انھیں وہ عہد (یعنی بیعت) یاد دلائیں جو انھوں نے آنحضرتؐ سے کیا تھا ــــ جناب عباس نے بلند آواز سے مسلمانوں کو پکارا "اے مہاجرین و انصار! اے اصحاب سورۂ بقرہ! اے بیعت شجرہ والو! تم لوگ کہاں فرار کر رہے ہو؟ رسول خداؐ تو یہ ہیں" (المیزان جلد ۱۰ ، تفسیر آیہ ۲۵ ، توبہ و ایضاً در بحث روائی صـ ۲۲۱) مسلمانوں نے جیسے ہی جناب عباس کی آواز سنی تو فوراً واپس ہونے لگے یہاں تک کہ بعضوں نے سواری کو بیک وقت میں چھوڑ دیا کیونکہ وہ راستہ طے کرنے میں ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور صرف اپنے ہتھیار کے ساتھ ہی خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہونے کے لئے دوڑنے لگے ــــ سب کی زبان پر لبیک لبیک تھا (ظلال القرآن جلد ۱۰ ، مؤلف سید قطب ، تفسیر آیہ ۲۵ ، سورۂ توبہ)

مسلمان بڑی دلیری کے ساتھ اور خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہوئے تو دشمن کو شکست نصیب ہوئی اور وہ مقابلہ میں ٹھہر نہ سکا ــــ مسلسل شکست سے گھبرا کر دشمن طائف میں داخل ہو گیا ــــ قبیلۂ ثقیف نے طائف کو گویا کہ ایک مضبوط قلعہ بنا لیا تھا ــــ رسول اکرمؐ نے اس کے محاصرہ کرنے کا حکم دیا ــــ مگر دشمن نے مسلمانوں کی روک تھام کے لئے تیروں کا استعمال کیا جس کے سبب مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا ــــ لہذا مسلمان قلعہ سے دور رہ کر ہی محاصرہ کو برقرار رکھے ــــ جیسے ہی ذی قعدہ شروع ہوا آنحضرتؐ نے عمرہ کی بجا آوری کی تیاری کی ــــ قبیلۂ ہوازن و ثقیف نے یہ موقع اپنے اسلام لانے کے لئے غنیمت جانا چنانچہ اپنے سردار مالک بن عوف نضری کو رسول خداؐ کی خدمت میں بھیجا ــــ وہ راہ مکہ طے کرتے ہوئے ہی اسلام کا اعلان کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس کے اسلام کا علم آنحضرتؐ کو ہو جائے تو آنحضرتؐ اسے معاف کر دیں گے چنانچہ آنحضرتؐ نے اسے نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کا مال بھی اسے لوٹا دیئے

کا حکم دیا۔ اس کے بعد قبیلۂ ہوازن نے بھی اسلام قبول کرنے کی فکر کی ۔ چنانچہ انھوں نے چودہ (۱۴) آدمیوں پر مشتمل ایک وفد خدمت حضور اکرمؐ میں بھیجا۔ انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تو اس کے بعد حضور کریمؐ مکہ میں اپنی تحریک کو چلاتے رہے۔ پس جب آپ کی حیات ظاہری تمام ہونے لگی تو مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔ آپ نے مکہ میں عتاب بن اُسید کو والی بنایا۔ آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار بھی مدینہ منورہ واپس ہو گئے تاکہ اسلامی معاشرے اور حکومت اسلامی کو ایک دائمی صورت دی جا سکے۔

اسی اثنا میں آنحضرتؐ تک یہ خبر پے در پے پہونچی کہ قیصر روم' جزیرۂ عرب (جو ان دنوں حکومت اسلامی کا جز تھا) پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے ۔ تو آنحضرتؐ نے خود اس کی روک تھام کی تدبیر فرمائی ۔ مدینہ منورہ اور اس کے باہر مختلف مقامات پر مسلمانوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم سے آپ نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا بلکہ سب ہی اس میں شامل تھے چنانچہ سب نے اس پر عمل بھی کیا البتہ منافقین جو مسلمانوں کی طاقت سے متاثر ہو کر بعد فتح مکہ بظاہر اسلام لائے تھے ۔ وہ قیصر روم سے مقابلہ کے لئے نہیں نکلے۔

مدینہ سے شام کی طرف تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد منافقین نے جس چیز کا حیلہ کیا وہ گرمی کی شدت تھی ۔ قرآن مجید اسی طرف اشارہ کر رہا ہے "انھوں (منافقین) نے کہا اس گرمی میں (گھر سے) نہ نکلو (اے رسولؐ) تم کہدو کہ جہنم کی آگ (جس میں تم جلوگے) اس سے کہیں زیادہ گرم ہے بشرطیکہ وہ (اسے) سمجھیں" (توبہ ۸۱)

منافقین رسول اکرمؐ کے حکم بجاآوری سے نہ صرف خود مُڑے بلکہ دوسروں کو

بھی لشکرِ اسلامی سے منہ موڑنے پر آمادہ کر رہے تھے ـــ اور انھوں نے اپنے اجتماعات
کے لئے ایک گھر مہیا کیا ـــ جب آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کے اس
گھر کو دوران اجتماع جلا دینے کا حکم دیا ـــ وہ سب وہاں سے ڈر کر بھاگنے لگے ـــ گویا
آنحضرتؐ نے اپنے اس اقدام سے انھیں ایسا سبق یاد دلایا جسے وہ کبھی بھلا نہ سکے ـــ

۳۰ ہزار کا لشکرِ اسلام آنحضرتؐ کی قیادت میں چلا ـــ اس لشکر کو جیشِ عُسرت
(تنگی کا لشکر) کا نام دیا گیا کیونکہ مختلف تنگیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ گرمی کی شدت
مسافت کی دوری، آذوقہ کی کمی ـــ ان سب کے باوجود مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ
جہاد موجزن تھا اور قوتِ ایمانی ان کا دل بڑھا رہی تھی ـــ

آنحضرتؐ نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنا کے
مدینہ میں رہنے کا حکم دیا ـــ حالانکہ حضرت علیؑ کا ارادہ تو یہی تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں
آنحضرتؐ کے ہمرکاب ہوں مگر آنحضرتؐ نے یہ کہتے ہوئے مدینہ میں رُک جانے کا حکم دیا
"یا علیؑ! کیا تم اس بات پر راضی نہ ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ
سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" (مسند ابن حنبل ص ۳۳۰، خصائص نسائی
ص ۱۴، طبقات ابن سعد جلد ۳ ق ۱ ص ۱۴، حلیۃ الاولیاء جلد ۷ ص ۱۹۵
تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۴۵۲، کنز العمال جلد ۳ ص ۱۵۴، ارشاد مفید
غزوۂ تبوک ـــ)

لشکرِ رسولِ خدا راستہ طے کرتے ہوئے بمقام تبوک پہونچا ـــ تبوک
وہ حدِ فاصل ہے جہاں سے حدودِ عرب و روم الگ ہوا کرتے تھے ـــ اہلِ روم
مسلمانوں کے لشکر سے خوف زدہ ہو گئے ـــ اس طرح مسلمانوں کے حدودِ روم پہونچنے
سے کچھ دن پہلے ہی ان کا رعب اہلِ روم پر طاری ہو چکا تھا ـــ

آنحضرتؐ نے یہ فیصلہ کیا کہ بلاد روم میں داخل نہ ہوں ــــ پس آپ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ واپس ہو گئے ــــ خداوند عالم نے سورۂ توبہ نازل فرمایا جس میں منافقین اور ان کے ہمنوا کی مذمت کی گئی ــــ ان کی بدبختی کا انکشاف کیا گیا اور جہاد سے ترک جانے اور اس سلسلہ میں ان کے سستی سے کام لینے کی خبر دی گئی ــــ

مسجد ضرار جسے منافقین نے بربنائے نفاق بنایا تھا اور جس میں خلاف اسلام اجتماعات کرنا چاہتے تھے ــــ آنحضرتؐ نے اس کے جلا دینے کا حکم دیا ــــ اس طرح پیغمبر اکرمؐ نے منافقوں کے مجمع کو پراگندہ کر دیا ــــ

مشرکین، جو اپنی بت پرستی سے باز نہ آئے تو آنحضرتؐ نے ان کی روک تھام اس طرح کی کہ ان کا انداز بت پرستی کسی میں سرایت نہ ہو سکے ــــ کیونکہ مشرکین علی الاعلان شرک کرتے تھے اور غلط روش کو اپنائے ہوئے تھے ــــ برہنہ ہو کر اور از روئے ادب زیور سے آراستہ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے ــــ حالانکہ اس منحوس طریقہ پر باقی رہنے اور بت پرستی کے لئے ان کے پاس کوئی جواز نہ تھا اس لئے خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ ان تک اسلام پہونچا دیا اور بتوں کو سرنگوں کروا دیا تھا اور مکہ کو دارالاسلام قرار دے چکا تھا۔ (اس طرح ان کی ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیئے تھے مترجم) ــــ

نزول سورۂ توبہ

نویں ہجری، حج کے دنوں میں خداوند عالم نے سورۂ توبہ نازل فرمایا جس میں مشرکین سے تمام معاملات کو لغو قرار دیا گیا اور مشرکین کو مکہ میں رہنے سے منع کیا گیا تھا۔

پس رسول اکرمؐ نے ابوبکر کو حکم دیا کہ اس سورہ کو ان مشرکین تک پہونچا دیں جو زیادہ تر حج کے زمانہ میں اپنے قدیم انداز کے ساتھ خانۂ کعبہ کے پاس رہتے تھے ـــــ پس جب ابوبکر کچھ راستہ طے کر چکے تو فوراً جبرئیل امین حکم خدا لے کر خدمت رسول اکرمؐ میں پہونچے کہ آنحضرتؐ یہ کارِ تبلیغ حضرت علیؑ کے سپرد کر دیں ـــ پس آنحضرتؐ نے ایک نوشتہ ابوبکر کو لکھا جس میں حکم دیا تھا کہ سورۂ توبہ حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیں ـــ چنانچہ ایسا ہی ہوا ـــ ابوبکر افسردہ لوٹے اور آنحضرتؐ سے عرض کئے کیا کوئی آیت نازل ہوئی ہے ؟ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا آیت تو نہیں البتہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسے میں خود پہونچاؤں یا وہ مرد پہونچائے جو میرے اہلبیت سے ہو۔ (خصائل نسائی ص ۲۰، صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۱۸۲، احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۸۳، سیوطی در درّ منثور، تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ ص ۴۶، مستدرک صحیحین جلد ۲ ص ۵۱ ایضاً فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ جلد ۲ ص ۳۴۲)

حضرت علیؑ چلے یہاں تک کہ مکہ پہونچے اور منیٰ میں ٹھہر کر سورۂ توبہ کی تلاوت کی ـــ اس کے بعد یہ بہ آواز بلند فرمایا کہ کعبہ میں سوائے مومن کوئی داخل نہیں ہو سکے گا ـــ کوئی بھی برہنہ خانۂ کعبہ کا طواف نہیں کر سکے گا ـــ جس کا عہد رسول خداؐ کے پاس ہے اس کے عہد کی مدت اتنی ہی ہے (جتنی مدت کا عہد ہے) اور جس کا عہد نہیں ہے اس کی مدت چار (۴) ماہ ہوگی ۔ (حیات محمد مولف محمد حسین ہیکل بحار جلد ۲۱ باب نزول سورۂ براۃ)

اسی عظیم الشان بیان کے بعد مکہ مکرمہ سے شرک کا خاتمہ ہو گیا اور کعبہ پرستش خدا کے لئے مخصوص ہو گیا اور کعبہ میں غیر دینی امور کا سلسلہ بھی بالکل ختم ہو گیا ـــ

اہتمام حج آخر اور خطبۂ عرفہ

سنہ۱۰ھ میں جب زمانۂ حج قریب آیا تو آنحضرتؐ نے لوگوں کو دعوت حج دی اور اعلان کر دیا کہ آپ اسی سال حج آخر کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں۔ ہر طرف سے لوگ جمع ہونے لگے ــــ یہاں تک کہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مسلمان اکٹھا ہو گئے ــــ

آنحضرتؐ مسلمانوں کے اس مجمع کثیر کے ساتھ حج بیت اللہ کی خاطر گھر سے چلے ــــ آپ نے اپنے ساتھ اپنے اہلبیت اور ازواج کو اور حضرت فاطمہ کو لئے سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی باقی نہ رہا کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو کسی اہم کام پر یمن روانہ کیا تھا ــــ (ارشاد مفید واقعہ حجۃ الوداع، حیاۃ محمد مولف محمد حسین ہیکل)

مسلمانوں کا یہ تاریخی وحیرت انگریز اجتماع، ناقابل فراموش صدائے ایمانی سے بار بار تلبیہ دہرا رہا تھا "لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک... ان الحمد والنعمۃ لک والملک... لاشریک لک لبیک" ــــ حضرت علیؑ بھی مکہ سے قریب آنحضرتؐ کی خدمت میں پہونچ گئے تاکہ آپ کے ساتھ مناسک حج بجالا سکیں ــــ

مسلمان پیغمبر اکرمؐ کی قیادت میں داخل مکہ ہوئے اور جس طرح آنحضرتؐ نے حکم دیا اسی طرح مسلمانوں نے مناسک حج ادا کیا ــــ یہاں تک کہ جب مسلمان عرفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آنحضرتؐ اپنی سواری پر ٹھہر کر مسلمانوں کے اس ہوش ربا مجمع سے مخاطب ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا ــــ

خطبۂ عرفہ:۔ آنحضرتؐ نے اوّلاً حمد خدا کی پھر فرمایا (تحف العقول مولف حرانی طبع ۵ سنہ ۱۹۶۳ء ص ۲۹) اے خدا کے بندو! میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور خدا سے اس چیز کو طلب کرتا ہوں جو (میرے اور تمہارے لئے) بہتر ہو۔۔۔

لوگو! میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں اُسے غور سے سنو کیونکہ اس سال کے بعد اور اس موقف سے ہٹ کر میری ملاقات تم سب سے نہ ہو سکے گی۔ لوگو! تم پر آپس میں خون ریزی، آبرو ریزی حرام ہے۔ (اس کا لحاظ ہمیشہ رہے) یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو۔ (ان باتوں کا خیال) اس شہر یعنی مکہ میں آج کے دن (عرفہ کے) احترام کی طرح رہے۔ خبردار! کیا میں (مذکورہ احکام تم تک نہیں) پہونچا دیا؟۔ خدایا! تو بھی گواہ رہ۔ (کہ میں نے تیرے احکام تیرے بندوں تک پہونچا دیئے)

پس جس کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اسے صاحب امانت تک پہونچا دے زمانۂ جاہلیت کی سود خواری ختم کر دی گئی اور سب سے پہلے عباسؓ ابن عبدالمطلب کی سود خواری ختم کی جاتی ہے۔ دور جاہلیت کی خون ریزی کا بھی خاتمہ کر دیا گیا جب کہ سب سے پہلے اس کے مرتکب عامر بن ربیعہ ہوئے تھے۔۔ سوائے خدمت حجاج اور سقائی حجاج کے جاہلیت کے تمام آثار مٹا دیئے گئے تھے جو عمداً قتل کرے اس سے قصاص لیا جائے گا اور جو برنبائے خطاء و اشتباہ، قتل کرے اسے بطور قصاص قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے ذمہ ۱۰۰ اونٹ خون بہا ہو گا اس سے زیادہ مطالبہ کرنا رسم جاہلیت متصور ہوگی۔۔۔

لوگو! شیطان کو اس بات سے رنج ہے کہ تمہاری اس سرزمین (مکہ) پر خدا کی عبادت کی جائے البتہ وہ اس بات پر خوش ہے کہ خدا کے علاوہ غیر خدا (یعنی بت) کی

لہ عباس ابن عبدالمطلب صاحب مال تھے اور سود پر پیسہ دیا کرتے تھے اس فرمان سے ان کا سود جو مطلوب تھا ساقط کر دیا گیا

کی پرستش کی جائے ونیز اس سے راضی ہے کہ تم اپنے اعمال کو حقیر و ذلیل سمجھ کر اُسے بجا نہ لاؤ۔

لوگو! مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر ہی کی زیادتی ہے کہ ان کی بدولت کفار (ادھر) بھٹک جاتے ہیں۔ ایک برس جس ایک مہینہ کو حلال سمجھ لیتے ہیں۔ اور (دوسرے) سال اسی کو حرام کہتے ہیں تاکہ خدا نے جو (چار مہینے) حرام کئے ہیں ان کی گنتی پوری کریں۔ (توبہ ۳۷)۔ یقیناً زمانہ (جلد) گذر جانے والا ہے۔ یقیناً خدا نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا (اسی دن سے) خدا کے نزدیک خدا کی کتاب (لوح محفوظ) میں مہینوں کی گنتی ۱۲ بارہ مہینے ہے۔ ان میں سے چار مہینے (ادب و حرمت) کے ہیں۔ (توبہ ۳۶) ان چار مہینوں میں تین (۳) سلسلہ وار ہیں یعنی ذالقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک منفرد ہے یعنی رجب۔ خبردار! کیا میں نے (مذکورہ احکام تم تک نہیں پہونچائے ؟) خدایا! تو بھی گواہ رہ (کہ میں نے تیرے احکام تیرے بندوں تک پہونچا دیئے)

لوگو! یقیناً تمھاری عورتوں کا تم پر حق ہے اور تمھارا بھی حق ان پر ہے۔ تمھارا حق یہ ہے کہ وہ کسی کو تمھارے بستر پر نہ آنے دیں اور نہ اپنے پر حق تصرف دیں اور کسی بھی ایسے شخص کو تمھاری بلا اجازت آنے نہ دیں جس کے آنے سے تم خوش نہ ہوں۔ کوئی بُرائی اور بدی ان سے سرزد نہ ہو۔ اگر کوئی بدکاری ان سے سرزد ہو تو خدا نے تم کو اس کا اختیار دیا ہے کہ تم انھیں اپنے سے جدا کر دو اور ان کے بستر بھی اپنے سے الگ کر دو اور معمولی طور پر زدوکوب کرو۔ پس اگر وہ تمھاری اطاعت کریں تو تم پر ان کا آزوقہ و لباس فراہم کرنا لازم ہے انھیں تم نے بطور امانت خدا سے حاصل کیا اور کتاب خدا کی بدولت یہ تم پر حلال ہوئی ہیں۔ پس اپنی عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو (یعنی ان سے نیک سلوک کرتے رہو) اور ان سے خیر خواہی

کرنے میں (میری وصیت) کو قبول کرو۔

لوگو! مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی مومن کے لئے اس کے برادر ایمانی کا مال بغیر اس کی رضامندی کے حلال نہیں ہے۔ خبردار! کیا میں نے (تم تک احکام خدا نہیں) پہونچا دئے؟ ۔ خدایا! تو بھی گواہ رہ کہ میں نے تیرے احکام تیرے بندوں تک پہونچا دیئے)۔ اگر تم میں کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کے کفارہ کو فراموش نہ کرے۔

پس میں تم میں کتاب اور اپنی عترت و اہلبیتؑ کو چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ خبردار! کیا میں نے (تم تک احکام خدا) نہیں پہونچا دئے۔ خدایا! تو بھی گواہ رہ کہ میں نے تیرے احکام تیرے بندوں تک پہونچا دیئے)

لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ تم سب کے سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ خدا کے نزدیک وہی مکرم ہے جو متقی ہے۔ عربی کو عجمی پر سوائے تقویٰ کوئی فضیلت نہیں۔ خبردار! کیا میں نے (احکام خدا نہیں) پہونچا دئے۔

سب نے کہا: ہاں!

آنحضرتؐ: جو یہاں حاضر ہے اُسے چاہئے کہ یہ تمام باتیں غائب تک پہونچا دے۔

لوگو! خدا نے ہر وارث کے لئے اس کا نصیب مقرر فرمایا ہے۔ مرنے والے کے لئے اس کے اپنے ثلث مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں۔ اگر زنا سے بچہ ہو تو وہ صاحب بستر کے زیر پرورش رہے گا[1] اور زانی کے لئے پتھر ہے (شاید اس سے دو طرف اشارہ مقصود ہو۔ ایک تو یہ کہ زانی کے نصیب میں سوائے پتھر اور کچھ نہیں، دوسرے یہ کہ اسے سنگسار کیا جائے گا۔ مترجم) جو اپنی ولدیت غیر کی طرف منسوب کرے[2] اور جو غلام اپنے مولا کی نافرمانی کرے اس پر خدا، ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جائیگا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

[1] واضح رہے کہ ولد الزنا مستحق ارث نہیں ہے گو کہ اس کی پرورش اس کے باپ پر لازم ہے۔

[2] یعنی یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں کی اولاد ہوں جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہو۔

غدیر خم میں اعلان خلافت و بیعت

آنحضرتؐ جب حج آخر سے فارغ ہو چکے تو مدینہ کی طرف واپس ہونے لگے۔ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی عظیم الشان تعداد تھی۔ آپ جس وقت "غدیر خم" پر پہونچے تو وحی آئی۔ جس میں خداوند عالم نے حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا خلیفہ اور امیر المومنین بنا دیں۔ یہ خداوند عالم کی حکمت تھی جو اس نے بے انتہا اہم فریضہ کی ادائی کے لئے غدیر خم کو منتخب فرمایا۔ کیونکہ غدیر خم ایسا مرکز تھا جہاں سے مختلف مقامات کے لئے راہیں نکلتی تھیں اور یہیں سے لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے شہروں کو جاتے تھے۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع شاید پھر ایک جگہ جمع ہو کر نبی کریمؐ کی آواز نہیں سُن سکتا تھا۔ وقت زوال قریب تھا۔ دن اس قدر گرم اور زمین ایسی تپ رہی تھی کہ جب آنحضرتؐ پیغام الٰہی سنانے مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہوئے تو لوگ اپنی ردا لپیٹ کر اپنے پاؤں کے نیچے دبائے ہوئے تھے۔ اس صورت میں بھی خداوند عالم کو اس حکم کے پہونچانے میں تھوڑی بھی تاخیر گوارا نہ ہوئی اور اس طرح ارشاد ہوا "یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ"..... الخ (مائدہ ۶۷) اے رسول! جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اُسے پہونچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہونچایا۔

غدیر خم ہی سے اعلان ولایت و خلافت علیؑ کو مخصوص کرنے میں یہ بھی حکمت خداوندی تھی کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع اس مقام سے ہٹ کر کہیں اور ممکن نہ تھا کیونکہ نبی کریمؐ کا یہ حج آخر تھا اور آپ کا وقت آخر بھی قریب تھا۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو یہ

ہدایت کرنی ضروری تھی کہ تمہارا امیر صرف علی اور کوئی نہیں ۔ نیز جن حالات میں پیغمبر اکرم نے اعلان خلافت فرمایا اس طرح کے حالات میں رونما ہونے والے واقعات ناقابل فراموش ہوتے ہیں ۔ اگر اس موقع سے کچھ سال قبل یا آرام دہ ماحول اور وقت میں اتنا اہم اعلان مسلمانوں کو سنا دیا جاتا تو شاید وہ بھول جاتے ۔ لیکن خداوند عالم نے اس موقع پر حکم دے کر یہ بتلا دیا کہ مسلمانوں کا نبی کریم سے آخری عہد یہی رہے گا اس کے بعد نبی کریمؐ تو دنیا سے چلے جائیں گے مگر ان کا پیام ہمیشہ ان کے حقیقی وصی وخلیفہ کی بدولت قائم و دائم رہے گا ۔ چنانچہ رسول اکرمؐ کجاؤں کے ممبر پر اس قدر بلند ہوئے کہ آپ کو سب مسلمان بآسانی دیکھنے لگے اور آپ کی بات بخوبی سننے لگے۔ حضور کریمؐ نے حمد خدا کی اور فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ نے خطاب کیا "لوگو! عنقریب میں تم سے جدا ہونے والا ہوں ۔ بیشک خدا مجھ سے بھی سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی ۔ پس تم کیا جواب دو گے ؟

حاضرین : ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے (تمام احکام خدا کو) پہونچایا ۔ جہاد فرمایا اور ہم کو نصیحتیں کیں ۔ خداوند عالم آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے ۔

آنحضرتؐ : کیا تم سب کلمہ لا الٰہ الّا اللّٰہ پر ایمان نہیں لا چکے اور محمدؐ کو اس کا عبد و رسول نہیں مانتے ہو ؟ کیا اس پر تمہارا ایمان نہیں ہے کہ جنت و جہنم حق ہیں ۔ موت برحق ہے ۔ بعث (مرنے کے بعد خدا کا اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرنا) حق ہے ۔ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے ۔

حاضرین : ہم سب ان باتوں کی گواہی دیتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں ۔

آنحضرتؐ : خدایا ! تو بھی گواہ رہ ۔

آنحضرتؐ : لوگو ! یقیناً خدا میرا مولیٰ ہے ۔ اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں اور ان کے

نفوس پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں ۔ پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے ۔ خدایا اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اُسے دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے ۔

لوگو! میں تم سے پہلے (اس دنیا سے) جانے والا ہوں اور تم لوگ حوض کوثر پر وارد ہوں گے ۔

غدیر خم تا صنعاء (پایۂ تخت یمن) جس قدر فاصلہ ہے حوض کوثر اس سے کہیں زیادہ چوڑا ہے ۔ اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر چاندی کے پیالے ہوں گے ۔ جب تم میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے تو تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ثقلین کے بارے میں کیا کیا؟ ثقل اکبر کتاب خدا (قرآن) ہے جس کا ایک سرا قبضۂ قدرت میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھوں میں ہے ۔ پس اُسے مضبوطی سے تھامے رہو ۔ اور اس میں کوئی تبدیلی نہ لاؤ ۔ دوسرے (ثقل) میرے اہلبیتؑ ہیں ۔ میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ قرآن اور میرے اہلبیتؑ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے ۔ (صواعق محرقہ ابن حجر منقول از ترمذی، نسائی ۔ احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کی ہے کہ تیس (۳۰) صحابیوں نے واقعۂ غدیر کو بیان کیا ہے اسی طرح نسائی نے بھی خصائص میں روایت کی ہے ۔ ابن ماجہ در صحیح باب فضائل الرسول ص۱۲ ، مستدرک الصحیحین جلد ۳ / ص ۱۱۶ ، ارشاد مفید ، تفسیر رازی در تفسیر آیۂ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ..... الخ حلیۃ الاولیاء جلد ۵ / ص ۲۶ ، تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۷ / ص ۳۷۷ ، کنز العمال جلد ۱ / ص ۴۸ ، الغدیر جلد ۱ جس میں واقعۂ غدیر بطریق صحابہ ۱۱۰ طرح سے اور بطریق تابعین ۸۴ طرح سے منقول ہے ۔)

پھر آپ منبر سے تشریف لا کر دو (۲) رکعت نماز پڑھے۔ موذن نے نماز ظہر کی اذان دی۔ حضور کریم نے اصحاب کے ساتھ نماز ادا فرمائی پھر آپ ایک خیمہ میں تشریف فرما ہو کر حضرت علیؑ کو بھی حکم دیئے کہ خیمہ میں بیٹھ جائیں اس کے بعد تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اس طرح آنحضرتؐ نے بذاتِ خود دشمن دین سے ہر طرح محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا۔

رسول اکرمؐ مدینے واپس ہوئے اور اپنی تحریک، حکومت اسلامی اور اسلامی معاشرے کی بقاء و ارتقاء کے لئے ہمیشہ تدبیریں فرماتے رہے۔ آپ نے مسلمانوں میں وہ تقویٰ و عمل صالح جس کے مختلف جہات وحدود اور مقاصد کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کیا تھا اس کے باقی رہنے کی وسیع صورتیں فراہم کردیں۔ چنانچہ حج آخر سے مدینہ واپس ہو کر آپ نے سب سے اہم جو اقدام فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ نے حکم دیا کہ اُسامہ بن زید کی قیادت میں ایک زبردست لشکر روانہ ہو جائے۔ اس میں قوم کے سربرآوردہ افراد اور مہاجرین و انصار کے بزرگ مثلاً ابوبکر، عمر و عثمان شامل تھے۔ اس حکم کے صادر فرماتے ہی آپ کو مرض شدید عارض ہو گیا۔

اسلام کے مستقبل سے نبیؐ کو قلق

ایک شب آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو بلایا اور ان سب کے ساتھ بقیع کی طرف یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اہل بقیع کے لئے دعا کروں۔ جب آپ قبور کے درمیان کھڑے ہوئے تو

اموات مومنین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ" ۔ ۔ ۔ ۔
پھر ان کے لئے تادیر دُعا و استغفار کئے ۔ اپنی موت سے حاضرین کو آگاہ فرمایا
اس کے بعد مرض کی شدت بڑھتی گئی مگر اس مشکل عالم میں بھی آپ مسلسل لشکر
اسامہ کے بارے میں تاکید فرماتے رہے اور مسلمانوں کو حکم دے رہے تھے کہ
اس میں شرکت کرنے سے روگردانی نہ کریں مگر بعض بزرگ یہ عذر پیش کر رہے
تھے کہ ہم اس عالم میں نبیؐ کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے بلکہ ہم یہیں رہ کر آنحضرتؐ
کی عیادت کریں گے ۔

نبیؐ کی آخری وصیت

آپ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا مجھے قلم و دوات دو تاکہ
تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو سکو
اس کے بعد شدت درد و الم سے آپ پر غشی طاری ہو گئی ۔ حاضرین میں سے
ایک نے گستاخی کی اور کہا یہ آدمی (رسول کریمؐ) ہذیان بک رہا ہے ۔
جب آنحضرتؐ کو افاقہ ہوا تو آپ نے گستاخی کرنے والے کو اپنی بزم سے
اٹھا دیا ۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں وصیت
فرمائی ۔

جب وقت آخر بالکل قریب آیا تو آپ نے حضرت علیؑ کو اپنی تمام وصیتیں
سنا دیں ۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کی ہی گود میں آپ کی طیب و طاہر روح

جسم مبارک سے جدا ہو گئی ۔ (مناقب خوارزمی از عائشہ ، ذخائر عقبی مولف محب طبری ص ۲۷ ، کفایہ طالب گنجی ص ۱۳۳ ، مسند احمد حنبل جلد ۲ ، ص ۳۰۰) آپ کا غسل و کفن حضرت علیؑ نے کیا ۔ پھر حضرت علیؑ اور اہل بیت طاہرینؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ۔ حضرت علیؑ نے مسلمانوں کو بھی نماز پڑھنے اور رسولؐ کی آخری زیارت کرنے کا حکم دیا ۔ بعض چاہنے والے اس سعادت سے مشرف ہوئے ۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے اہل بیت طاہرینؑ اور بعض چاہنے والے اصحاب کی موجودگی میں آنحضرتؐ کو سپرد لحد کیا ۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

—: تمام شد حصۂ دوم :—

maablib.org

madblib.org

مؤسسة البلاغ

AL-BALAGH FOUNDATION

maablib.org